

اور اسے پہلے میں پڑھتی ہوں۔ — خ.

اگر یہ تمہیں مل جائے تو اسے واپس کر دینا۔ پلیز۔

صرف کہانی میں

یہ مہر اس چیز کی علامت ہے جو صرف کہانی میں ہوتی ہے۔ اصلی پارسل اڑ کر واپس نہیں آتے۔ اصلی سائیکل کے ساتھ آخری صفحے پر چلو۔ — خ.

نامکمن ڈیلیوریاں ۰ 3

واپس بھیجیں، پلیز

LinguAula

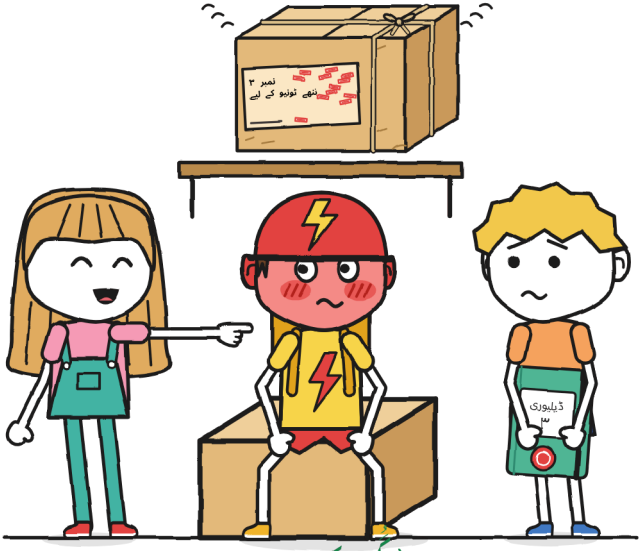

(گنی کی ڈائری)

سائز XL ۰ تصویری ناول ۰ +۱۳

ناممکن ڈیلیوریاں · 3
واپس بھیجیں، پلیز
سیریز کی تیسری کتاب۔ پچھلی دو: «یہ پارسل کاٹتا ہے» اور «گرج سے پہلے نہ کھولیں»۔
متن اور تصاویر: LinguAula
اردو ایڈیشن: LinguAula
سائز XL · تصویری ناول · +۱۳
پہلا ایڈیشن: 2026
© 2026 LinguAula · info@linguaula.com
اسے آزادانہ فوٹو کاپی کیا جا سکتا ہے، کلاس کے لیے بھی اور گھر کے لیے بھی۔
فونٹس: Noto Sans Arabic، Baloo Bhaijaan 2، Aref Ruqaa، Andika،
Patrick Hand، Caveat، Courier Prime (لائسنس SIL OFL)۔

ہر باب کی مشق linguaula.com پر کریں

اس کتاب کو لکھتے ہوئے کوئی ڈیلیوری والا زخمی نہیں ہوا۔ لال، ہاں۔ — خ.

کون کون ہے

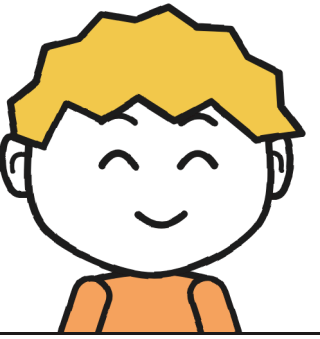

گُنی۔ ہفتے کے دن کا ڈیلیوری بوائے۔ ایسی ڈرائنگیں بناتا ہے جو کسی نے اس سے مانگی نہیں۔ یہ ڈائری اسی کی ہے۔

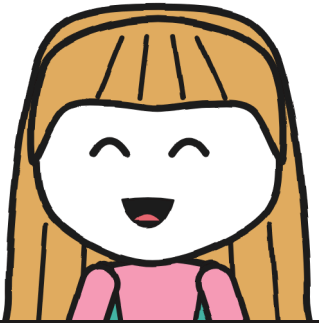

خولیتا۔ ہرے رنگ سے لکھتی ہے اور «خ.» لکھ کر دستخط کرتی ہے۔ ہمیشہ جانتی ہے کہ مدد کیسے کی جائے۔ یہی مسئلہ ہے۔



ٹونیو۔ سائیکل پر «برق» کے لیے ڈیلیوری کرتا ہے۔ دس منٹ میں یا مفت۔ ٹکڑوں میں لال ہوتا ہے۔



مارا۔ «ناممکن ڈیلیوریاں» کی مالکن۔ جادوگرنی والی ٹوپی پہنتی ہیں۔ جتنا کہتی ہیں اس سے زیادہ جانتی ہیں۔

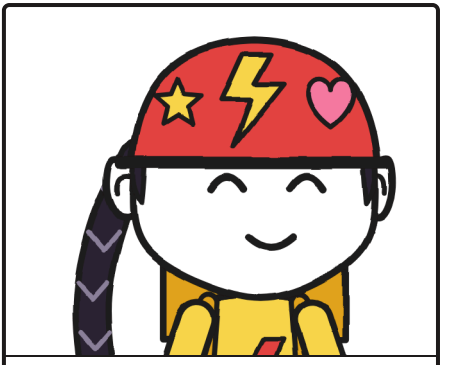

زوئی۔ «برق» ہے۔ سب سے تیز۔ عرفیتیں وہی رکھتی ہے۔

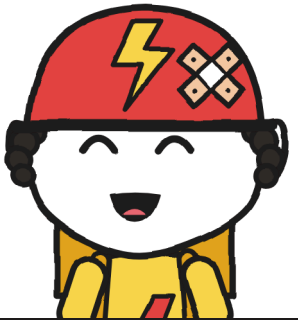

برونو۔ «برق» ہے۔ ایک بار پنکچر ہوا تھا۔ دو سال پہلے۔



پارسل نمبر ۳۔ ہلاؤ تو بجتا ہے۔ لیبل پر صرف ایک نام لکھا ہے۔

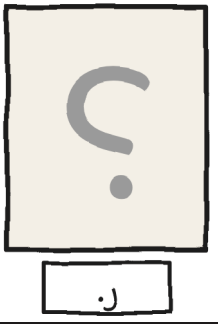

ر. کی طرف سے وہ پارسل آتے ہیں جنہیں کوئی پہنچا نہیں پاتا۔ ر. کا نام کوئی نہیں لیتا۔

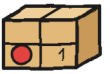

باب 1

ٹِن ٹِن

ٹِن ٹِن۔

آواز بہت ہلکی تھی، ایسی جو تبھی سنائی دیتی ہے جب باقی سب کچھ چپ ہو جائے: چمچ کا پیالی سے ٹکرانا، کھلونا سائیکل کی بیل۔ وہ واپس شدہ پارسلوں کے شیلف سے آئی تھی، اور ہم چاروں، جو مارا کی دکان میں رہ گئے تھے، اتنے ساکت ہو گئے کہ مہر سے ایک چنگاری بھی گرتی تو سنائی دے جاتی۔

طوفان کو گئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ خولیتا اب تک میرے نیلے اسٹول پر چڑھی کھڑی تھی، ہرا مارکر اوپر اٹھائے ہوئے، اور ۱۹ پر لکیر پھری ہوئی تھی اور اس کے برابر ابھی ابھی لکھا ہوا ۱۸ تھا۔ مارا کا ایک ہاتھ شٹر تک جاتے جاتے رک گیا تھا۔ اور میں، جسے بہترین لمحوں میں بھی ہاتھوں کا کچھ کرنا نہیں آتا، میں نے ان سے کچھ نہیں کیا۔

وہ نمبر ۳ تھا۔ اور ٹونیو، جو «برق» کے لیے دس منٹ میں یا مفت ڈیلیوری کرتا ہے، اپنے ہیلمٹ کے رنگ کا ہو گیا۔

ڈائری نئی تھی۔ نمبر ۲ مجھ سے ایک ہی طوفان میں ختم ہو گئی تھی؛ یہ والی ہری ہے، اس کے ایک کونے میں دکان کی مہر لگی ہے، اور اسے میں پوری شان سے شروع کرنے والا تھا: پہلے صفحے پر عنوان اور ایک نیا لفظ۔

ڈیلیوری ڈائری ۳، گُنی کی۔ خفیہ۔

«خفیہ» کا مطلب ہے کہ پہلے میں پڑھوں گی۔ کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ — خ۔

میں نے زبان باہر نکال کر عنوان لکھا اور ربڑ لینے چلا گیا، کہ کہیں ٹیڑھا نہ رہ گیا ہو۔ جب لوٹا تو خولیتا اسے شروع کر چکی تھی۔

«میں نے اسے تمہاری مدد کے لیے شروع کر دیا،» اس نے کہا۔ «شکریہ کی ضرورت نہیں۔»

میں نے اس سے مدد مانگی نہیں تھی۔ خولیتا کے ساتھ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

باقی باتیں، اس صورت میں کہ کبھی اسے خولیتا کے سوا بھی کوئی پڑھے۔ دکان کا نام «ناممکن ڈیلیوریاں» ہے اور وہ مارا کی ہے، جو جادوگرنی ہیں، بنفشی ٹوپی پہنتی ہیں، اور ان کے پاس ایک مہر ہے جو لگتے ہی بجھی ہوئی موم بتی کی بو والی چنگاریاں چھوڑتی ہے۔ بائیں طرف کے شیلف پر وہ واپس شدہ پارسل رکھتی ہیں: وہ پارسل جنہیں کوئی پہنچا نہیں سکا۔ ان کا ایک ہی اصول ہے: جسے پارسل ملے، اگر وہ لیبل پر نہ مٹنے والی سیاہی سے دستخط نہ کرے تو صبح ہوتے ہی پارسل اڑ کر اپنے شیلف پر لوٹ آتا ہے، کھانے کے وقت بلی کی طرح وقت کا پابند۔ وہ بیس تھے، اور انہیں ہمیشہ ایک ہی شخص بھیجتا ہے، ر.، جس کے بارے میں میری نیلی ڈائری میں پہلے ہی چھ سراغ لکھے تھے۔ خولیتا اور میں نے دو پہنچائے ہیں، ایک ڈریگن کا انڈا اور ٹانگوں والے کچھ بیج جو بھاگتے پھرتے تھے، اور دیوار پر اس کے ہاتھ سے، ہرے رنگ میں، لکھا ہے: باقی ۱۸۔

خولیتا ہری نوٹوں والی ہے۔ میں گُنی ہوں، محلے میں نیا: میرا تقریبا سارا سامان اب بھی ڈبوں میں ہے۔ اور ٹونیو «برق» کا ڈیلیوری ہوائے ہے، پیلے بستے والا، جو ہفتے کے دن ہمارے ساتھ سزا کاٹتا ہے اور جسے، طوفان کے بعد سے، دکان میں اپنی جگہ مل گئی ہے: اسٹولوں کے برابر میں الٹا رکھا ہوا ڈیلیوری کا

ڈبہ۔ مارا نے وہ بغیر کوئی وضاحت دیے رکھ دیا تھا۔ «فی الحال،» انہوں نے کہا تھا۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی پوچھنے کی کہ «فی الحال» کب تک چلتا ہے۔

نمبر ۳ اوپر والے خانے میں تھا، انڈے اور بیجوں کے چھوڑے ہوئے دو خالی خانوں کے برابر میں، لیبل سامنے کی طرف۔ میں پڑھنے کے لیے قریب گیا، کھڑے کھڑے اور اسے چھوئے بغیر۔

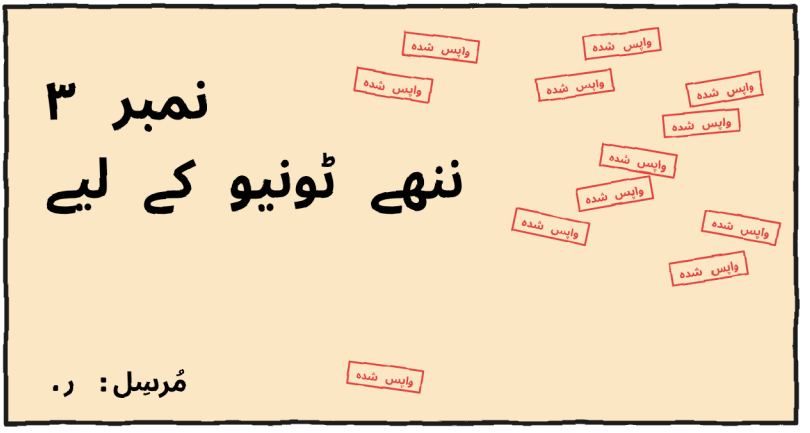

ٹائپ کی ہوئی تین سطریں: نمبر ۳۔ ننھے ٹونیو کے لیے۔ اور سب سے نیچے مُرسِل کے خانے میں ر. لکھا تھا۔ نام اور آخری سطر کے بیچ میں کاغذ کا پورا ایک خالی میدان پڑا تھا۔ چاروں طرف «واپس شدہ» کی بارہ مہریں تھیں۔ میں نے انہیں گنا۔

خولیتا اسٹول سے ایک چھلانگ میں اتری اور میرے برابر آ کھڑی ہوئی۔ اس نے اونچی آواز سے پڑھا:

«ننھے ٹو...»

اور منہ بند کر لیا۔

خولیتا کبھی کسی لفظ کے بیچ میں چپ نہیں ہوتی۔ میں نے ٹونیو کو دیکھا اور سمجھ گیا کیوں۔

میں نے اسے آدھا پڑھا۔ باقی آدھا نگل لئی۔ — خ.

کچھ لوگ اچانک لال ہو جاتے ہیں۔ ٹونیو نہیں: ٹونیو ٹکڑوں میں لال ہوتا ہے۔ پہلے کان۔ پھر گال۔ پھر پورا چہرہ بھر گیا، ہیلمٹ کے پٹے تک، اور ایک آخری درجہ ابھی باقی تھا، سب سے برا، جب چہرہ اور ہیلمٹ ایک دوسرے سے الگ پہچانے ہی نہیں جاتے۔ نمبر ۲ کے لرزہ پیما کے بعد سے مجھے ہر بدلتی چیز کو بغیر پیمانہ لگائے دیکھنا آتا ہی نہیں، سو میں نے اسے لکھ لیا۔

ٹونیو کا سرخی پیما



خولیتا نے بقیہ لیبل پڑھنے کے لیے پارسل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

«وہ پارسل انتظار کر سکتا ہے،» ٹونیو نے بہت جلدی سے کہا۔ «برسوں سے انتظار ہی تو کر رہا ہے، نا؟ تو ایک دن اور۔ یا دس۔ ‹برق› کو کوئی جلدی نہیں۔»

میں نے «برق» کو یہ کہتے پہلی بار سنا تھا۔

«آج رات کچھ نہیں کھلے گا،» مارا نے کہا۔ «اور شیلف کو بغیر اجازت ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔»

خولیتا کا ہاتھ ہوا میں رک گیا، لیبل سے ایک انگلی کے فاصلے پر۔ کسی نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور تب وہ پھر بجا۔

ٹِن ٹِن۔

«یہ دروازہ تھا!» خولیتا نے کہا، ایسی آواز میں جو میں نے اس کی کبھی نہیں سنی تھی: بہت اونچی اور بہت جلدی۔

دروازہ ویرا کے جانے کے بعد سے بند تھا۔

جب مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا تو میں فہرست بناتا ہوں۔ ٹِن ٹِن کے مشتبہ لوگ:

1. دروازہ۔ (خولیتا کی تجویز۔ بند تھا، ہوا نہیں تھی، اور اسے دھکا دینے والا بھی کوئی نہیں تھا۔)
2. فٹ پاتھ پر کھڑی ٹونیو کی سائیکل، «برق» کی بیل کے ساتھ۔ (وہ ٹرررنگ کرتی ہے، ٹِن ٹِن نہیں۔ لیکن ہے تو بیل۔)
3. ربڑ کا مینڈک۔ (خولیتا نے اسے فورا بے قصور قرار دے دیا۔ کہتی ہے کہ وہ اسے جانتی ہے۔)
4. نمبر ۳۔

نمبر ۳ کو میں نے سب سے آخر میں رکھا، تمیز کی خاطر۔



میں جانچنے کے لیے فٹ پاتھ پر نکلا۔ راستے میں مینڈک کو ساتھ لے لیا، کیونکہ مشتبہ شخص سے دور بیٹھ کر پوچھ گچھ نہیں ہوتی۔

بارش رک چکی تھی۔ سڑک سے گیلے تارکول کی بو آ رہی تھی اور ہر چھپڑ کے اندر ایک اسٹریٹ لائٹ تھی۔ میں نے دروازہ کھولا اور بند کیا: چررر۔ میں نے ٹونیو کی سائیکل کی بیل بجائی: ٹرررنگ! میں نے مینڈک دبایا: چیں۔

شیشے کے اس پار خولیتا انگلی ہلا کر مجھے «نہیں» کہہ رہی تھی۔ ہر آواز پر وہی، دائیں سے بائیں، گاڑی کے وائپر کی طرح۔ ان میں سے کوئی نہیں تھا۔

میں واپس اندر آیا اور مینڈک کو کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ ٹونیو نے، جس نے مجھے اس کی طرف دیکھتے دیکھا، اپنے ڈبے میں کسمسا کر جگہ بدلی۔

ٹِن ٹِن۔

میں جھکا۔ ٹونیو کا ڈبہ شیلف کی ٹانگ سے ٹکا ہوا تھا۔

میں نے اسے وہیں، گھٹنوں کے بل بیٹھ کر، بنا دیا، اور مجھ سے ایک دائرہ بن گیا، کیونکہ جتنا گھماتا تھا، یہ نہیں ملتا تھا کہ وہ شروع کہاں سے ہوتا ہے۔

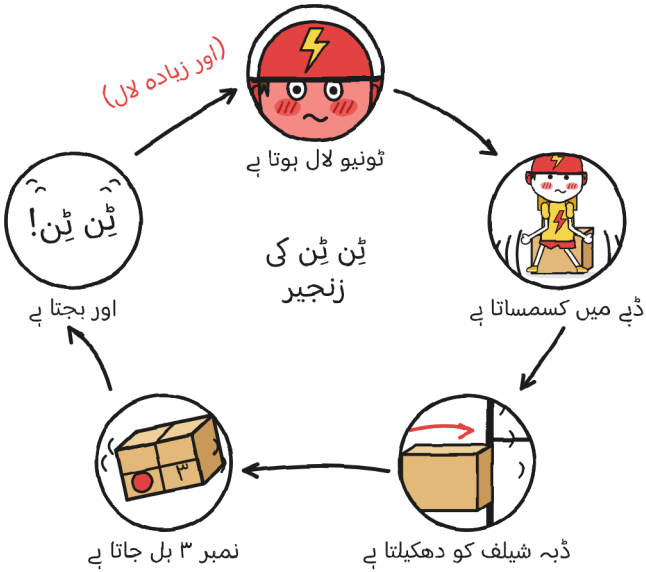

یہ جادو نہیں تھا۔ یہ ٹونیو تھا۔ نمبر ۳ کے اندر کوئی چیز ہے جو ہلانے پر بجتی ہے۔

میری طرح۔ — خ.

ٹونیو نے میری نظر کا پیچھا کیا، شیلف کی ٹانگ تک، پھر اپنے ڈبے کو دیکھا اور ساکت رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ بس اتنی دیر چلا جتنی دیر کھنچا ہوا ربڑ چلتا ہے۔

ساکت۔ پھر اور زیادہ ساکت: اتنا ساکت کہ اس کے سوچنے کی آواز سنائی دے رہی تھی، «ساکت»، اور کنپٹی سے پسینے کا ایک قطرہ اتر رہا تھا۔ خولیتا کو ایک پورا منٹ ہو گیا تھا کچھ بولے بغیر، جو اس کے لیے ایسا ہے جیسے پانی کے اندر سانس روکنا، اور دیر یا سویر آدمی سطح پر وہی لے کر ابھرتا ہے جو منہ کے سب سے قریب ہو۔

«ننھا ٹونیو کون ہے؟»

ٹونیو اچھل پڑا۔ ڈبے نے ٹانگ کو دھکیلا، شیلف لرز گیا اور نمبر ۳ بول اٹھا: ٹِن ٹِن! ایسی طاقت سے جس کی کوئی ٹِن ٹِن مستحق نہیں۔ مارا نے چھت کی طرف دیکھا، جیسے کوئی تین تک گنتی گن رہا ہو۔

«یہ تو صرف ایک سوال تھا،» خولیتا نے کہا۔ «سوالوں سے شیلف نہیں ہلتے۔»

یہ والا ہلا گیا۔



«وہ میں تھا،» ٹونیو نے اپنے جوتوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ «بچپن میں۔»

اس نے اتنی آہستہ سے کہا کہ مینڈک نے، جو کاؤنٹر پر مجھ سے زیادہ اس کے قریب تھا، مجھ سے بہتر سنا۔

خولیتا نے منہ کھولا۔ مجھے اس کے سوال قطار بنائے کھڑے نظر آئے، جیسے اتوار کی صبح بیکری کے آگے، سب سے آگے والا ہاتھ میں پیسے لیے ہوئے۔ پھر اس نے ٹونیو کو دیکھا، جو اب بھی اپنے جوتوں کو دیکھ رہا تھا، اور منہ بند کر لیا۔

«میں اور نہیں پوچھتی،» اس نے کہا۔

اسے مشکل ہوئی۔ اس کے پاؤں سے پتا چل رہا تھا: ٹک، ٹک، ٹک دکان کے فرش پر۔

جو سوال میں نے نہیں پوچھے: نو۔ میں نے انہیں لکھ رکھا ہے۔ — خ۔

«اور تم نے اسے کبھی پہنچایا کیوں نہیں؟» میں نے مارا سے پوچھا۔

«بارہ بار میں اسے لے کر گئی ہوں۔» کسی کو مہریں گننے کی ضرورت نہیں پڑی۔ «لیبل دیکھو: نہ گلی، نہ مکان نمبر، نہ خاندانی نام۔ میں نے جتنے ننھے ٹونیو ملے سب آزما لیے۔»

وہ انہیں یاد سے، انگلیوں پر گن رہی تھیں، اور میں ان کی بات سنتے سنتے انہیں بناتا گیا۔ ایک کینری، جس کا نام سچ مچ ننھا ٹونیو تھا اور جس نے لیبل پر پاؤں رکھ دیا: وہ نہیں چلا۔ انتونیو صاحب، ۷۱ سال کے، جنہوں نے عینک لگائی، کاغذ دو بار پڑھا اور کہا «کاش!»، اسے ایسے دیکھتے ہوئے جیسے کوئی دکان کی کھڑکی میں رکھی چیز دیکھتا ہے۔ نہر کی ایک کشتی جس کے پہلو پر نام پینٹ تھا، اس نے بھی دستخط نہیں کیے، کیونکہ اس کے ہاتھ نہیں ہوتے۔

مارا کے ننھے ٹونیو

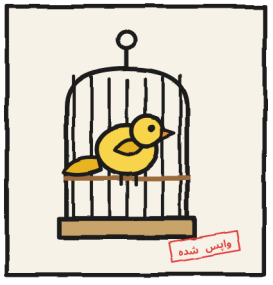

۱. ایک کینری۔
(لیبل پر پاؤں رکھ دیا۔ نہیں چلے گا۔)



۲. انتونیو صاحب، ۷۱ سال۔
(«کاش!»)



۳. نہر کی ایک کشتی۔
(اس کے ہاتھ نہیں ہیں۔)

«اور ٹونیو؟» خولیتا نے پوچھا۔

«آخری بار جب میں نے کوشش کی تھی تب میں اسے جانتی ہی نہیں تھی،» مارا نے کہا، اور اسے دیکھا۔ «اور کسی نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ بچپن میں اسے کیا کہتے تھے۔»

مارا نے کاؤنٹر کے نیچے سے ایک بنفشی کپڑا نکالا اور نمبر ۳ پر ڈال دیا، جیسے کوئی طوطے کے پنجرے پر کپڑا ڈالتا ہے تاکہ وہ سو جائے۔ پھر انہوں نے ٹونیو سے کہا کہ ذرا اٹھ جاؤ اور اس کا ڈبہ شیلف سے دو بالشت دور کھسکا دیا۔

«ایسے۔ اب جتنا چاہو ہل لو۔»

ٹونیو جا سکتا تھا۔ اس کی سائیکل دروازے پر تھی: دس منٹ میں وہ محلے کے دوسرے سرے پر ہوتا۔ وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔

مجھے نہیں پتا کیوں۔ پھر بھی لکھ رہا ہوں۔

اور چونکہ اس کے ڈبے میں ٹیک نہیں ہے، میں نے اس کے لیے ایک بنا دی: اونچی، ذرا مڑی ہوئی، ایک چھوٹے سے گدے کے ساتھ، پنسل سے اور نقطوں والی لکیر میں، اور نیچے چھوٹے حرفوں میں: «ٹیک (میرا خیال)»۔

لسی نے تم سے ٹیک مانگی نہیں تھی۔ — خ.



بند کرتے وقت ٹونیو سب سے آخر میں رہ گیا، اپنے ہیلمٹ کا پٹہ اتنی سست روی سے باندھتا ہوا جو «برق» میں سنگین غلطی ہوتی۔ مارا ایک ایک کر کے بتیاں بجھا رہی تھیں؛ بنفشی کپڑا اب بھی پارسل پر پڑا تھا، اوپر والے خانے میں۔

«مارا۔ کل میں اس بارے میں بات کرنے آؤں گا۔ لیکن اکیلے میں۔»

«یہ دونوں دکان کے ہیں،» مارا نے مڑے بغیر کہا۔

ٹونیو نے ہماری طرف دیکھا۔ پہلے خولیتا کو؛ پھر مجھے۔ میں اسٹول پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

«یہ ٹھیک ہیں،» اس نے کہا۔ «لیکن ‹برق› کا کوئی نہیں۔»

وہ باہر نکلا اور سائیکل ہاتھ میں پکڑے چھپڑوں کے بیچ سے دور ہوتا چلا گیا۔

ٹِن ٹِن کو مالک مل گیا تھا۔ اب یہ جاننا باقی تھا کہ مالک اسے چاہتا بھی ہے یا نہیں۔

مجھے پہلے ہی پتا ہے کہ اس کی مدد کیسے کرنی ہے۔ — خ.

یہی تو مجھے فکر میں ڈالتا ہے۔

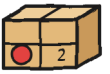

باب 2

میں نے ہاں نہیں کہا

اتوار کو دکان نہیں کھلتی۔ اس اتوار مارا نے شٹر آدھا اوپر رہنے دیا، بس اتنا کہ کوئی جھک کر گزر سکے، اور اس پر ہاتھ کا لکھا ایک بورڈ لٹکا دیا:

بند (تمہارے سوا سب کے لیے)۔

ٹونیو گیارہ بجے آیا۔ اندر آنے سے پہلے اس نے گلی میں ایک طرف دیکھا اور دوسری طرف، جیسے سڑک پار کرنے سے پہلے دیکھتے ہیں۔ «برق» کا کوئی نہیں آ رہا تھا۔ وہ بستہ سینے سے چپکائے، کہ کسی چیز سے رگڑ نہ کھائے، شٹر کے نیچے جھکا اور دکان نے بغیر آواز کیے اسے نگل لیا۔

ہم ساڑھے دس بجے پہنچ گئے۔ احتیاطاً — خ۔

میں نے بورڈ دو بار پڑھا تھا۔ کہیں نہیں لکھا تھا «اور خولیتا»، نہ «اور گُنی»۔ لیکن مارا نے ہمارے لیے بغیر کچھ کہے دروازہ کھول دیا، بائیں بھنو اوپر اٹھائے ہوئے، اور ہمیں اندر آنے دیا۔

ہم اسٹولوں پر ایسے چہرے کے ساتھ بیٹھ گئے جو کسی بات کا انتظار نہیں کر رہا۔ یہ چہرہ مجھ سے سب سے برا بنتا ہے۔

مارا نے نمبر ۳ کاؤنٹر پر رکھا اور اس پر سے کپڑا ہٹایا۔

«پارسل نمبر تین۔ ننھے ٹونیو کے لیے۔ کیا وہ تم ہو؟»

«تھا۔»

«چلے گا۔ کیا اسے لینا چاہتے ہو؟»

ٹونیو نے ڈبے کو دیکھا۔ ڈبے نے کچھ نہیں کہا۔

«میں نے ہاں نہیں کہا۔»

«تم نے نہیں بھی نہیں کہا۔»

«میں نے یہ کہا ہے کہ میں نے ہاں نہیں کہا۔»

میں نے وہاں رہنے کی خاطر کتنی ہی بار ہاں کہا تھا۔ ٹونیو بغیر کہے وہاں موجود تھا۔ میں نے اسٹول کا کنارہ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

«تین جملے،» خولیتا نے سرگوشی کی۔ «اور ان میں ایک بھی ہاں نہیں۔ میں نے گن لیے ہیں۔»

مارا نے اصرار نہیں کیا۔

ٹونیو نے ڈبہ یوں پکڑا جیسے جلتا ہوا برتن پکڑتے ہیں: دونوں ہاتھوں سے اور چھوڑ دینے کی خواہش کے ساتھ۔ اس نے اسے تولا۔ گھمایا۔ کان کے پاس لے جا کر ذرا سا ہلایا۔

ٹِن ٹِن۔

اس نے اسے جلدی سے چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھوں کو دیکھتا رہ گیا۔

«اور اگر وہ اسے گھر لے جائے؟» خولیتا نے کہا۔ «اگر پارسل اس کے گھر میں سوئے جسے وہ ملا ہے تو وہ پہنچ چکا۔ یہ تو منطق ہے۔»

«واپسی کی مہر منطق سے نہیں چلتی،» مارا نے کہا۔ «وہ سیاہی سے چلتی ہے۔»

«مہر اور میں ایک طرح نہیں سوچتے،» خولیتا بڑبڑائی، جو ہار ماننے کے سب سے قریب کی بات ہے جو میں نے اس سے سنی ہے۔

بات صاف رہے، اس لیے میں نے ایک جدول بنایا۔ اس کا عنوان ہے: کیا یہ ڈیلیوری گنی جائے گی؟

- اسے دیکھنا: نہیں۔
- اسے پکڑنا: نہیں۔
- اسے گھر لے جانا: نہیں۔
- لیبل پر نہ مٹنے والی سیاہی سے دستخط کرنا: ہاں۔

«یہ ڈیلیوری تم دونوں کی ہے،» مارا نے مجھ سے اور خولیتا سے کہا، «گرج والی کی طرح۔ تین شرطوں کے ساتھ۔»

انہوں نے انہیں انگلیوں پر گنا۔

1. تم ڈبہ نہیں کھولو گے۔ اور لیبل چپکا رہے گا۔
2. نمبر ۳ دکان سے صرف تب نکلے گا جب ٹونیو مانگے گا۔
3. جسے ملے، وہ چاہے تو دستخط کرے۔ اگر وہ دستخط نہ کرے تو صبح ہوتے ہی پارسل لوٹ آتا ہے، اور یہاں کچھ نہیں ہوا۔

خولیتا نے ہاتھ اٹھایا، جیسے کلاس میں۔

«اور اگر وہ کبھی نہ مانگے؟»

«تو کبھی نہیں۔»

« کبھی نہیں» ڈیلیوری کی کوئی مدت نہیں ہوتی۔ — خ.

ٹونیو بہت دیر چپ رہا۔ خولیتا نے وقت ناپا: چار منٹ۔ «برق» کے لحاظ سے تقریبا آدھی ڈیلیوری۔ ان چار منٹوں میں اس نے پارسل کو دیکھا، دروازے کو دیکھا اور اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ جو اس نے نہیں دیکھا وہ ہم تھے، اور میں نے اس کا شکر ادا کیا۔

«میں اسے لے جاتا ہوں،» آخر اس نے کہا۔ «بند۔ سوچنے کے لیے۔ فی الحال۔»

«کیا یہ تم مانگ رہے ہو؟» مارا نے پوچھا۔

«میں مانگ رہا ہوں۔»

میں نے روانگی کا کارڈ بنایا، تاکہ کوئی اور بات نہ کہہ سکے:

- ڈبہ: بند۔ ہاں۔
- لیبل: چپکا ہوا۔ ہاں۔
- مانگنے والا: ٹونیو۔ ہاں۔
- دستخط: ابھی نہیں۔

باہر وہ اتوار کی دھوپ تھی جو طوفان کے بعد نکلتی ہے اور ہر چیز کو ابھی ابھی دھلا ہوا بنا دیتی ہے۔ ٹونیو نے نمبر ۳ اپنی سائیکل کی ٹوکری میں رکھا اور چھوڑتے ہی وہ بجا: ٹِن ٹِن۔

وہ ہینڈل کو دیکھتا رہ گیا، جہاں اس نے «برق» کی بیل لگا رکھی ہے، سرمئی اور گول۔

«کیا ہوا؟» خولیتا نے پوچھا۔

«کچھ نہیں۔»

اور وہ پیدل چل دیا، سائیکل ہاتھ میں لیے۔ ٹونیو کبھی پیدل نہیں چلتا۔

وہ «کچھ نہیں» دراصل «مجھ» تھا۔ ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔ — خ.

دروازے سے مجھے گلی کے کونے پر «برق» کی دو سائیکلیں کھڑی نظر آئیں، پیلے بستوں کے ساتھ: کمر تک لمبی چوٹی والی ایک لڑکی اور اس کے برابر میں ایک بہت بڑا لڑکا۔

«ٹونیو! ٹوکری میں کیا ہے؟» چوٹی والی نے چلا کر پوچھا۔

«ڈیلیوری۔»

«کس کی؟»

«ایک گاہک کی۔»

اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن جواب دینے سے پہلے اس نے ٹوکری میں ڈبہ آہستہ سے گھما دیا، تاکہ لیبل اس کی طرف رہے۔



مجھے «برق کا کوئی نہیں» کا مطلب سمجھ آ گیا۔



اس رات میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی کا پردہ اٹھا رہنے دیا۔ میں دکان کے سامنے رہتا ہوں: اگر نمبر ۳ لوٹا تو میں اسے دیکھ لوں گا۔ میں نے کھڑکی کے آگے دو کرسیاں رکھیں، ایک اپنے لیے اور ایک ننھی سی الارم گھڑی کے لیے۔ دکان کے دروازے کے اوپر والی چھوٹی کھڑکی، جسے مارا اسی کام کے لیے کھلی چھوڑتی ہیں (پہلے دن میں نے اسے ڈاک کا ڈبہ سمجھا تھا)، ایک کالا، ساکت چوکور تھی۔

«گُنی؟» میری امی نے راہداری سے کہا۔ «تم جاگ کیوں رہے ہو؟»

«ایک پارسل کی نگرانی کر رہا ہوں۔»

«اچھا۔ ٹھیک ہے۔ لیکن نگرانی پاجامہ پہن کر کرو۔»

پہلے بیس منٹ میں چھوٹی کھڑکی کو دیکھتا رہا؛ اگلے بیس منٹ الارم گھڑی کو؛ باقی رات ڈائری کو، کیونکہ جب میں انتظار کرتا ہوں تو ہاتھوں کے لیے کوئی کام چاہیے ہوتا ہے۔ سو کھڑکی کی چوکھٹ پر، اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں، میں نے ٹونیو کی نشست بہتر بنائی۔ ورژن ۱ ہفتے کے دن والی ٹیک تھی؛ ورژن ۲ میں بازوؤں کے لیے سہارے ہیں اور گلاس کے لیے ایک گول خانہ۔ میں نے گلاس بھی بنایا، اپنے ٹشو کے ساتھ۔

خولیتا بھی نگرانی کرنا چاہتی تھی، لیکن اس کی کھڑکی صحن میں کھلتی ہے، اور صحن سے آدمی بس سوکھتے کپڑوں کی نگرانی کر سکتا ہے۔

صبح ہوتے ہی وہ سنائی دیا، دکھائی دینے سے پہلے۔

ٹِن ٹِن، ٹِن ٹِن، ٹِن ٹِن۔

وہ چھتوں کے اوپر سے آ رہا تھا، بے جلدی، آئس کریم والے کے اس ٹھیلے کی طرح بجتا ہوا جس نے ابھی کوئی نکڑ نہ چنی ہو۔ ایک کھڑکی روشن ہوئی، پھر دوسری، پھر تیسری: تین، جیسے کوئی حاضری لے رہا ہو۔ ایک کتا بھونکا، مکان نمبر ۴ والا، جو ہر اڑتی چیز پر بھونکتا ہے، پارسل ہو یا کبوتر۔ اور تب میں نے اسے دیکھا: گلابی آسمان کے سامنے ایک چھوٹی سی چوکور پوٹلی، جو میری کھڑکی کے برابر سے میری گلی پار کر گئی، دروازے کے اوپر والی چھوٹی کھڑکی سے اندر گھس گئی اور اندر پہنچ کر میں نے اسے اپنے شیلف پر ٹکتے سنا، ایک آخری، اور چھوٹی، ٹِن ٹِن کے ساتھ، جیسے کوئی چابیاں میز پر رکھ دے۔

«یہ وہی تھا؟» امی نے راہداری سے پوچھا، ایسی آواز میں جو پوری طرح سوئی بھی نہ ہو۔

«ہاں، وہی تھا۔»

«تو اب ناشتے کے لیے چلو۔»

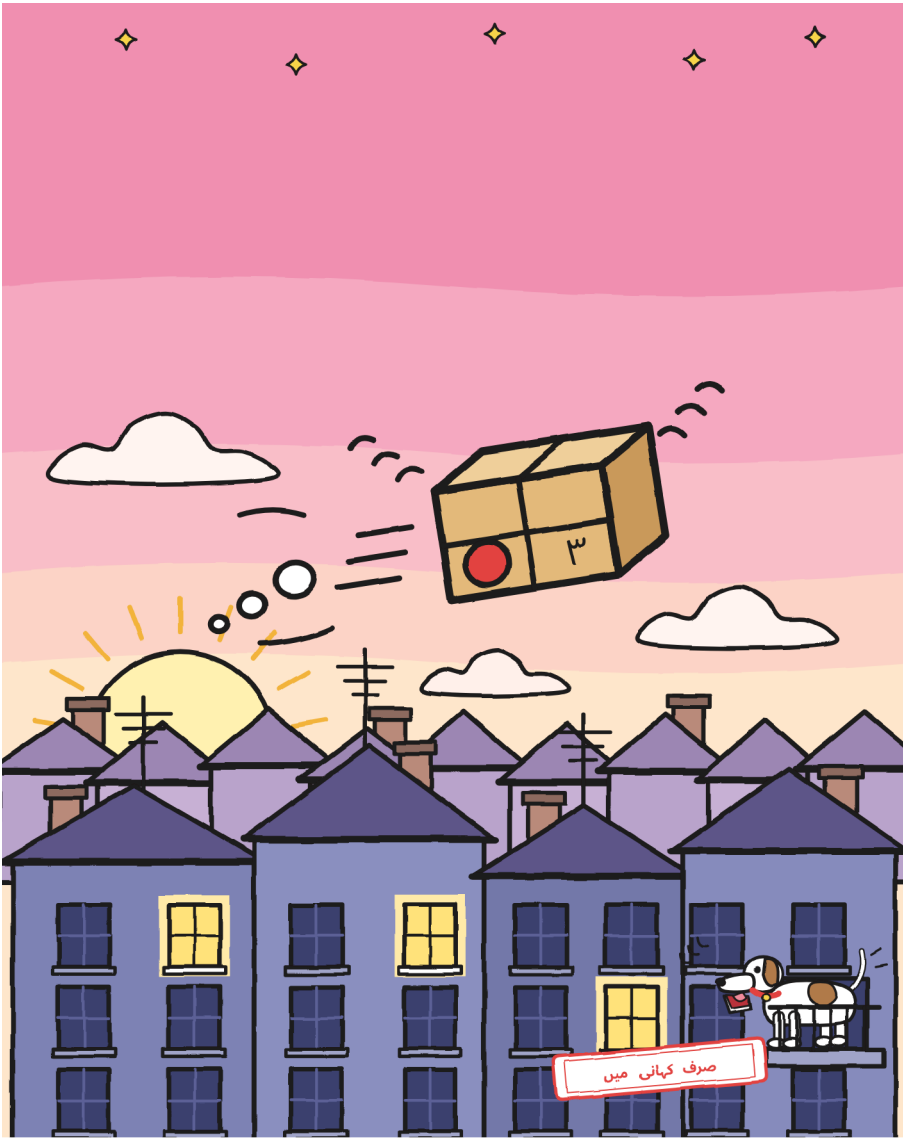

میں کھڑکی کے پاس ذرا دیر اور رکا۔ جب امی نے دوبارہ بلایا تو ناشتے کے لیے چلا گیا۔

اسکول کے بعد ہم دکان گئے۔ نمبر ۳ اپنے شیلف پر پڑا تھا اور اس پر ایک مہر اور لگی تھی، لال، سیاہی ابھی تازہ، جو کسی نے لگائی نہیں تھی: تیرہ۔

میں نے کہا کہ اسے دوبارہ شیلف پر دیکھ کر مجھے دکھ ہوتا ہے۔

«یہ سزا نہیں ہے،» مارا نے کہا۔ «یہ قاعدہ ہے۔ کسی نے دستخط نہیں کیے: وہ لوٹ آتا ہے۔»

تیرہ مہریں۔ اس رفتار سے تو ڈبہ نظر ہی نہیں آئے گا۔ — خ.

ٹونیو پانچ بج کر بیس منٹ پر آیا، اپنی ڈیلیوری کے بعد۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ لوٹا یا نہیں: اس نے اسے اپنے گھر کے اوپر سے گزرتے سنا تھا۔ وہ اپنے ڈبے میں بیٹھ گیا، جو اب بھی شیلف سے دو بالشت دور تھا، اور پارسل کو بغیر دیکھے دیکھتا رہا، اسی طرح جیسے کسی ایسے کو دیکھتے ہیں جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہ میں نے نہیں دیکھا۔ مجھے اس نے خود بتایا:

«میں نے اسے پائیدان پر رکھ دیا۔ ساری رات۔»

ٹونیو نے مجھے کیا بتایا

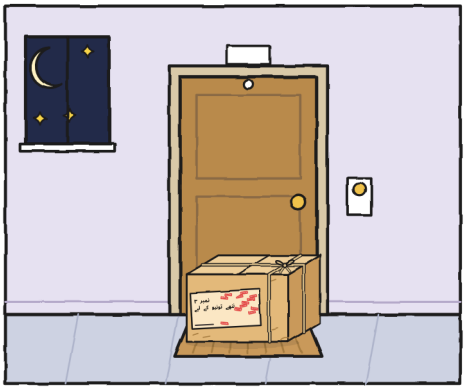

«اور تم نے اسے گھر کے اندر کیوں نہیں رکھا؟» خولیتا نے پوچھا۔

«گھر میں پہلے ہی کافی لوگ مجھے اسی نام سے پکارتے ہیں۔»

اس نے بغیر غصے کے کہا، اسی سپاٹ آواز میں جس میں وہ پتے بتاتا ہے۔ خولیتا نے یہ نہیں پوچھا کہ «کافی» کتنے ہیں۔ اس کے پاؤں نے بس ایک بار ٹک کیا۔



«ایک دستخط سے سب ٹھیک ہو جاتا،» ٹونیو کے جانے کے بعد خولیتا نے کہا۔ «ایک۔ دو سیکنڈ لگتے ہیں۔ میں نے اپنے سے ناپ کر دیکھا ہے۔»

یہ سچ تھا۔ اس نے ایک کھلے کاغذ پر تین بار کیا، اپنے ہمیشہ والے «خ» کے ساتھ: دو سیکنڈ، دو سیکنڈ اور، جس بار وہ ٹیڑھا بن گیا، ڈھائی سیکنڈ۔

میں نے ڈائری کھولی اور بال پین سے زور لگا کر لکھا، تاکہ ہرا رنگ اسے ڈھانپ نہ سکے:

اس نے نہیں کہا تھا کہ ہم اسے حل کریں۔

میں نے اتنا زور لگایا کہ جملہ اگلے ورق پر بھی ابھر آیا۔ خولیتا نے ہرا مارکر نکالا۔ اس نے لکیروں سے کوشش کی، گھماؤں سے، ایک ضرب سے، لہروں کے بادل سے۔ ہرا رنگ مٹتا نہیں، لیکن وہ جملہ اس سے ڈھانپا نہ جا سکا: وہ نیچے ہی رہا، پورا، اپنے موٹے حرفوں کے ساتھ، کاغذ میں دھنسا ہوا۔

میں نے پڑھ لیا۔ میں متفق نہیں ہوں۔ فی الحال۔ — خ۔

میں نے اسے دیکھا۔

میرے پاس ایک اور خیال ہے۔ مجھے ایسے مت دیکھو۔ — خ۔

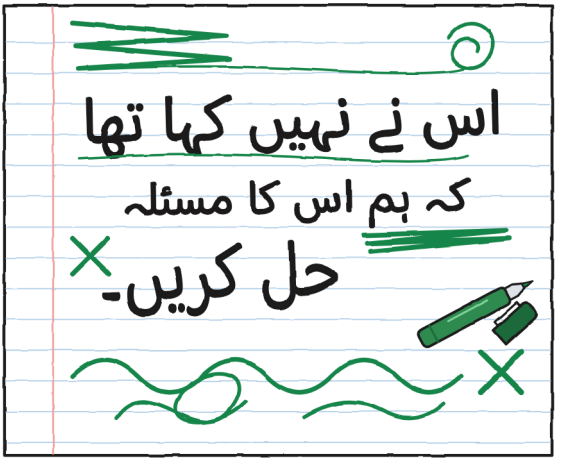
اس نے نہیں کہا تھا
کہ ہم اس کا مسئلہ
حل کریں۔

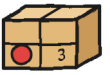

باب 3

آٹوگراف

منگل کو، اسکول سے نکلتے ہی، دکان کے سامنے فٹ پاتھ پر ایک میز رکھی تھی۔ میزیں اپنے آپ سڑک پر نہیں نکلتیں، اور یہ تو سجی سنوری بھی تھی: فرش تک لٹکتا ہوا پیلا میز پوش، خولیتا کی لکھائی میں ایک بورڈ، اور بیچ میں ایک ڈھکا ہوا ابھار، چوکور اور بالکل ساکت، ان چیزوں کی طرح جو انتظار کرتی نظر آتی ہیں کہ کوئی ان سے سوال کرے۔

بورڈ پر، ہرے رنگ میں، لکھا تھا: ڈیلیوری والوں کے دستخط۔ اس کے نیچے: آج۔ اور اس کے بھی نیچے، چھوٹا: محلے کے سب سے تیز۔

میز کے پیچھے خولیتا کھڑی تھی، ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھے، اس شخص کا سنجیدہ چہرہ لیے جو ٹکٹ بیچ رہا ہو۔ شوکیس کے پیچھے مارا فون پر بات کر رہی تھیں۔ بلکہ سن رہی تھیں: چھت کو دیکھتے ہوئے سر ہلا رہی تھیں، جو وہ تب دیکھتی ہیں جب کال لمبی ہو جائے۔

میں نے ٹھوڑی سے ابھار کی طرف اشارہ کیا۔

«یہ ایک اسٹینڈ ہے،» خولیتا نے کہا، اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتا۔ «آسانی سے دستخط کرنے کے لیے۔ میں آٹوگراف جمع کر رہی ہوں۔»

اسٹینڈ، جہاں تک میں جانتا ہوں، وائلن بجاتے وقت سُروں کا کاغذ ٹکانے کے کام آتا ہے۔ دستخط کے لیے نہیں۔ لیکن اس نے اتنے یقین سے کہا کہ دس سیکنڈ تک مجھے وائلنوں کے بارے میں اپنی معلومات پر شک ہوتا رہا۔

«تم کب سے آٹوگراف جمع کرتی ہو؟»

«کل سے۔»

کل اس نے کہا تھا کہ اس کے پاس ایک اور خیال ہے۔ اس خیال کے پاس میز پوش تھا۔

اسٹینڈ کے اوپر ایک سطر دار کاغذ تھا اور سب سے نیچے ایک خانہ۔ یا ایسا لگتا تھا: وہ قینچی سے کاٹی ہوئی ایک چھوٹی کھڑکی تھی۔ میں جھکا۔ میز پوش میں ٹھیک اس کے نیچے ایسی ہی ایک اور تھی۔

میں نے ایک کونا اٹھایا۔ اسٹینڈ نمبر ۳ تھا، لیٹا ہوا، لیبل اوپر کی طرف: ننھے ٹونیو کے لیے، «واپس شدہ» کی تیرہ مہریں، اور میز پوش کے سوراخ کے ٹھیک نیچے کاغذ کا ایک خالی ٹکڑا، ایک دستخط کے عین ناپ کا۔

پوری طرح یہ مجھے تب سمجھ آیا جب میں نے اسے بنایا، جو چیزیں سمجھنے کا میرا اپنا طریقہ ہے۔

«میرے مارکر سے،» خولیتا نے خوش ہو کر سرگوشی کی۔ «نہ مٹنے والی سیاہی۔ کل سے وہ نہیں لوٹے گا، اور اسے پتا بھی نہیں چلے گا جب تک ہم اسے دکھا نہ دیں۔ سرپرائز!»

اس کا چہرہ ان لوگوں جیسا تھا جو تحفہ دینے جا رہے ہوں اور جنہوں نے اسے بہت سوچ کر چنا ہو۔ اتنے مارکر سے اس کی انگلیوں کے پورے تک ہرے ہو گئے تھے۔

مجھے مارا کی شرطیں یاد آئیں۔ دوسری مجھے زبانی یاد تھی۔

یہ کیسے کام کرتا ہے

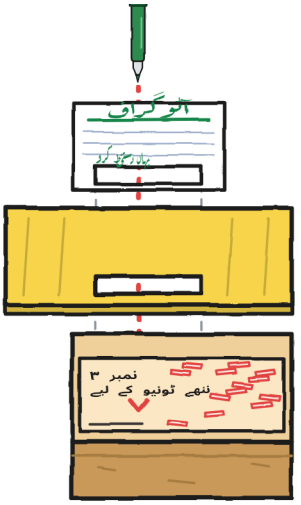

۱. کاغذ، اپنی چھوٹی کھڑکی کے ساتھ۔

۲. میز پوش، اپنے سوراخ کے ساتھ۔

۳. نمبر ۳ کا لیبل، اس کے خالی حصے سے۔

۴. جو کھڑکی میں دستخط کرے... وہ لیبل پر دستخط کرتا ہے۔

«ٹونیو نے نہیں کہا کہ یہ دکان سے نکلے،» میں نے کہا۔ «شرط دو۔»

«وہ شکرگزار ہوگا۔»

«اور مارا؟»

«وہ فون پر تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ آٹوگراف کی میز ہے۔ اور ہے بھی۔»

«اور اسٹینڈ؟»

«یہ انہوں نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں۔»

میں نے اسے فلورا اور آٹھویں بیج والی بات یاد دلائی: خولیتا نے فلورا کو وقت سے پہلے دستخط نہیں کرنے دیے تھے۔

«یہ ویسا نہیں ہے۔ وہ ادھوری ڈیلیوری تھی۔ یہ شارٹ کٹ ہے۔»

«تو پھر تم کرو،» میں نے کہا۔ «میں نہیں کرتا۔»

میں دکان کی دہلیز پر بیٹھ گیا، میز کی طرف پیٹھ کیے اور بازو سینے پر باندھے ہوئے۔

وہ دہلیز پر بیٹھ گیا۔ بڑی شان سے۔ اس نے کوئی مدد نہیں کی۔ — خ۔



«برق» ہماری گلی سے پانچ بج کر دس منٹ پر گزرتا ہے۔ ہم نے انہیں دیکھنے سے پہلے سنا، جو بیلوں کے ساتھ ہوتا ہی ہے۔ وہ تین تھے، قطار میں: زوئی آگے، جہاں وہ ہمیشہ ہوتی ہے؛ برونو، دیوبیکل، ایسے پیڈل مارتا ہوا جیسے الماری ڈھو رہا ہو؛ اور ٹونیو سب سے پیچھے، ذرا الگ سا، جیسے قطار میں تین سائیکلیں ہوں اور اس کی ان کے ساتھ کی نہ ہو۔

بعد میں میں نے انہیں اسی طرح بنایا جیسے وہ آئے تھے، ایک ایک کر کے۔

زوئی، «راکٹ»، کمر تک لمبی چوٹی والی ہے، وہی جس نے اتوار کو پوچھا تھا کہ ٹونیو کی ٹوکری میں کیا ہے۔ وہ سب سے تیز ہے اور وہی عرفیتیں رکھتی ہے۔ برونو کے پہیے پر ایک پیوند لگا ہے اور سائیکل کے فریم میں ہوا بھرنے کا پمپ، کہ کیا پتا کب ضرورت پڑے۔

زوئی نے بورڈ دیکھا اور بریک لگا دی۔

«آٹوگراف؟ ہمارے؟» اس نے کہا اور سائیکل سے اتر گئی۔

ان سے کسی نے کبھی آٹوگراف نہیں مانگا تھا۔ اسی لیے یہ کام کرتا ہے۔ — خ۔



زوئی نے پہلا دستخط کیا، «و» میں ایک ستارہ بنا کر۔ برونو نے «برونو» لکھا، آہستہ آہستہ، دانتوں کے بیچ زبان دبائے ہوئے اور ہر حرف بالکل گول۔ زوئی نے اس سے بال پین لے کر اسے ایک لکیر سے کاٹ دیا اور اس کے برابر «پنکچر» لکھ دیا۔

«‹برق› میں عرفیتیں ہٹائی نہیں جاتیں،» برونو نے بغیر ناراض ہوئے مجھے سمجھایا۔ «میں ایک بار پنکچر ہوا تھا۔»

وہ دو سال پہلے ہوا تھا۔ ایک پہیے کے لیے یہ بہت بڑا پنکچر ہے۔

ٹونیو سائیکل سے نہیں اترا تھا۔ وہ میز کو اسی طرح دیکھ رہا تھا جیسے اتوار کو اس نے نمبر ۳ کو دیکھا تھا: دور سے، دونوں ہاتھ ہینڈل پر۔

«اب تمہاری باری، ٹونیو،» خولیتا نے کہا۔ «یہاں نیچے، خانے میں۔ یہ عزت کی جگہ ہے۔»

اور اسے اپنا ہرا مارکر دے دیا۔

ٹونیو سے کبھی کسی نے آٹوگراف نہیں مانگا تھا۔ وہ سائیکل سے اترا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں نے منہ پھیر لیا تھا۔ میں یہ سب دہلیز پر سے دیکھ رہا تھا، منہ میں «میرا کوئی لینا دینا نہیں» بھرے ہوئے۔

میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے فیصلہ بھی نہیں کیا تھا: میرے جسم نے کر دیا، ہچکی کی طرح، مجھ سے پوچھے بغیر۔

«ٹونیو، رک...»

مجھے دیر ہو گئی۔ ٹونیو نے دستخط کرنے کے لیے اسٹینڈ جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا، اور میز پوش کے نیچے کوئی چیز مجھ سے پہلے بول پڑی:

ٹِن ٹِن!

ایک سیکنڈ کے لیے سب کچھ ساکت ہو گیا: کاغذ، ٹونیو کا ہاتھ جس میں مارکر کھڑکی سے ایک انگلی کے فاصلے پر تھا، ابھار کے اوپر چار چہرے۔ میں ابھی میز تک پہنچا بھی نہیں تھا۔

ٹونیو نے میز پوش دو انگلیوں سے، ایک کونے سے، اٹھا دیا۔


آٹو گراف
پنکچر
ٹِن ٹِن!

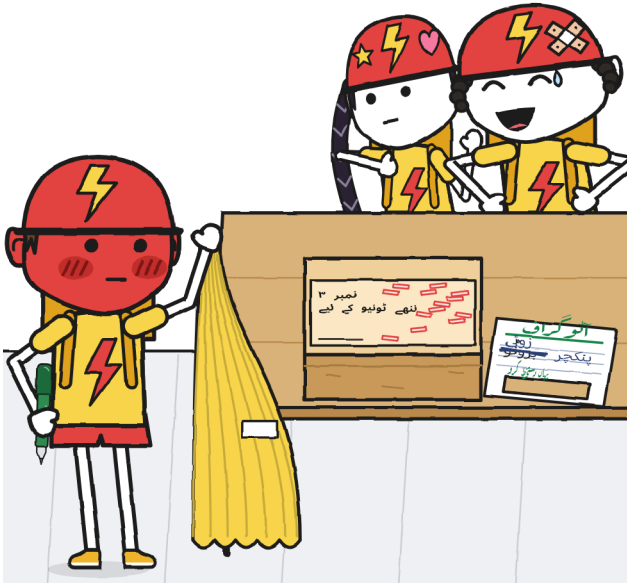

«ننھے ٹو-نی-یو کے لیے،» زوئی نے آہستہ آہستہ پڑھا، جیسے کوئی انعام پڑھتا ہے۔

«ننھا ٹونیو؟» برونو نے کہا اور ہنس پڑا۔

زوئی نہیں ہنسی۔ زوئی سوچ رہی تھی۔

خولیتا نے نظریں چھوٹی کھڑکی کی طرف جھکا لیں۔

ٹونیو چیخا نہیں۔ اس نے آہستہ سے مارکر کا ڈھکن لگایا، یہاں تک کہ کلک کی آواز آئی، اور اسے کاغذ پر رکھ دیا۔ بغیر دستخط کیے۔

«‹برق› چالوں پر دستخط نہیں کرتا۔»

پھر اس نے سائیکل ہینڈل سے پکڑی اور پیدل چل دیا، اس گھڑی جیسی ٹک ٹک کے ساتھ جو سائیکل کرتی ہے جب کوئی پیڈل نہ مار رہا ہو۔ کوئی اس کے پیچھے نہیں گیا۔ میں بھی نہیں۔

وہ ہیلمٹ کے رنگ کا ہو چکا تھا، گدی تک۔ لیکن یہ شرمندگی کا لال نہیں تھا۔ یہ کوئی اور تھا۔

سرخی پیما میں اس والے کا کوئی نمبر نہیں۔ — خ.

مارا بنفشی کپڑا لے کر باہر آئیں۔ دروازے پر وہ رکیں، کندھے کے اوپر سے شیلف کی خالی جگہ دیکھی، میز دیکھی اور خولیتا کو دیکھا۔ انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ کس نے کیا۔

انہوں نے نمبر ۳ کو ڈھانپا اور اسے بانہوں میں اٹھا لیا۔

«یہ پارسل ڈیلیور نہیں ہوا،» انہوں نے زوئی اور برونو سے کہا۔ «اور لیبل پر جو لکھا ہے وہ ٹونیو کا معاملہ ہے۔»

برونو نے مسکرانا چھوڑ دیا تھا۔ زوئی نے ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا، اس ابھار کی طرف جو اب بنفشی ہو چکا تھا۔ وہ سائیکلوں پر بیٹھے اور بیل بجائے بغیر چلے گئے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، ایسا پہلی بار ہوا تھا۔



میں نے خولیتا کو سمیٹنے میں مدد دی: میز پوش، بورڈ، دو دستخطوں اور ایک سوراخ والا کاغذ۔ مارکر اس نے خود رکھا، بغیر ڈھکن کھولے۔ میں نے اسے «میں نے کہا تھا» نہیں کہا۔ اور «کوئی بات نہیں» بھی نہیں کہا، کیونکہ بات تھی۔

ہم نے میز پوش دونوں نے مل کر تہہ کیا، ہر ایک ایک سرے سے۔ ہم نے کونے آہستہ آہستہ ملائے۔ سوراخ بیچ میں آ گیا۔

«تم نے تو کچھ نہیں کیا،» وہ بولی۔

اس نے یہ مجھے باہر رکھنے کے لیے کہا۔ وہ ایک تحفہ تھا، اور ایک پوری تہہ تک میں اسے رکھ لینے کے قریب رہا: میں نے کچھ کاٹا نہیں تھا، نہ کسی شیلف سے کچھ اتارا تھا۔ میں نے ایک ایسی سلوٹ سیدھی کی جو تھی ہی نہیں۔ میں

نے اپنا سرا اس کے سرے سے ملایا۔ میں نے دہلیز سے وہاں تک فٹ پاتھ کی ٹائلیں گنیں جہاں میز رکھی تھی۔

وہ بارہ بھی نہیں تھیں۔ وہ ساری شام میرے سامنے تھیں۔

«میں نے دیر سے خبردار کیا،» میں نے میز پوش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ «پہلے کہہ سکتا تھا۔ یا مارا کو فون کر سکتا تھا۔»

خولیتا نے جواب نہیں دیا۔ اس نے مجھ سے میز پوش لیا، ضرورت سے ایک بار زیادہ تہہ کیا اور مجھے واپس دے دیا۔

پھر وہ اندر گئی اور مارا کو سب بتا دیا، اکیلے، کچھ چھوڑے بغیر: چھوٹی کھڑکی، میز پوش، شیلف، فون۔ میں دروازے پر رہ گیا، بانہوں میں میز پوش لیے۔ وہاں سے سب سنائی دے رہا تھا۔ مارا نے آخر تک اس کی بات سنی۔

«ٹونیو کو،» مارا نے اس کے ختم کرنے پر کہا، «تم خود بتاؤ گی۔»



بدھ کو ٹونیو پانچ بج کر دس منٹ پر گزرا اور رکا نہیں۔ وہ تیزی سے گزر گیا، سامنے دیکھتا ہوا، اس رفتار سے جو نہ ہونے کا ایک اور طریقہ ہے۔ پانچ بج کر بیس منٹ پر وہ دوبارہ گزرا: میں نے اسے آتے سنا، نہ رکتے سنا، جاتے سنا۔ جو شخص دس منٹ میں یا مفت ڈیلیوری کرتا ہو، اس کے لیے ایک ہی گلی سے تین بار رکے بغیر گزرنا دکان میں نہ جانے کا ایک بہت عجیب طریقہ ہے۔ یہ بہت کچھ دروازہ کھٹکھٹانے جیسا تھا۔

میں اسی دہلیز پر تھا۔

تیسری بار خولیتا فٹ پاتھ کے بیچ میں ایک کاغذ لیے کھڑی تھی۔ وہ ٹونیو کو دو بار گزر جانے دے چکی تھی۔

اس نے کاغذ دونوں ہاتھوں سے چہرے کی اونچائی پر پکڑ رکھا تھا، ہوائی اڈوں کے بورڈوں کی طرح، اور ٹونیو نے اسے سائیکل پر سے، ایک پاؤں زمین پر

ٹکائے، پڑھا، بغیر اسے چھوئے۔ تین جملے اور ایک لفظ: «میں نے تمہارا پارسل باہر نکالا»، «میں نے تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کی»، «میں نے تمہارا لیبل دوسروں کو دکھایا»۔ اور نیچے، اکیلا اور بڑا، «معاف کر دو»۔ مجھے یہ ہو بہو اس لیے معلوم ہے کہ بعد میں اس نے اسے میری ڈائری میں نقل کیا۔ اس میں ایک «لیکن» نہیں تھا، نہ ایک «غلطی سے»، نہ ایک «مدد کے لیے»۔ میں نے دو بار ڈھونڈ کر دیکھا۔

نیچے وہ لکھتی تھی «—خولیتا»۔ خولیتا ہر چیز پر صرف «خ» لکھ کر دستخط کرتی ہے۔ اس بار اس نے سارے حروف لکھ دیے تھے۔

«ٹھیک ہے۔ میں نے پڑھ لیا،» ٹونیو نے کہا۔

«کیا تم مجھے معاف کرتے ہو؟»

یہ کاغذ پر نہیں تھا۔ خولیتا نے انگلیاں ورق کے کنارے پر دبا لیں۔

«میں نے کہا ہے کہ میں نے پڑھ لیا۔»

ٹونیو نے پاؤں پیڈل پر رکھا اور چل دیا۔ اس بار پیڈل مار کر، بے جلدی اور بغیر رکے۔ خولیتا گلی کو دیکھتی رہ گئی، اور پھر کاغذ اپنی ڈنگری کی جیب میں رکھ لیا، بغیر تہہ کیے۔

اس شام دکان میں ٹونیو کا ڈبہ خالی رہا۔

میں نے پورا نام لکھا۔ یہ کم از کم تھا۔ — خ.

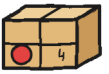

باب ۶

ایک چھوٹی سائیکل

جمعرات کو ٹونیو دکان میں گلی کے دائیں بائیں دیکھے بغیر داخل ہوا۔

اتوار کو، اندر آنے سے پہلے، اس نے ایک طرف دیکھا تھا اور دوسری طرف، جیسے کوئی سڑک پار کرتے وقت دیکھتا ہے جب اسے گاڑیوں پر بھروسا نہ ہو۔ اس بار وہ سیدھا اندر آیا، ہیلمٹ پہنے ہوئے۔ اب «برق» کا کوئی نہیں بچا تھا جس سے چھپنا ہو: جن دو کو پتا چلنا تھا انہیں منگل کو پتا چل چکا تھا، میز پوش سمیت۔

ہمیں اس کی توقع نہیں تھی۔ منگل کے بعد سے خولیتا اور میں کم اور احتیاط سے بات کرتے تھے، ان دو لوگوں کی طرح جو دونوں مل کر گلاسوں کی ٹرے اٹھائے ہوں۔ خولیتا نے بلند آواز سے منصوبے بنانا چھوڑ دیا تھا، اور یہی سب سے زیادہ محسوس ہوتا تھا: جیسے فریج بند ہو جائے تو تب ہی پتا چلتا ہے کہ وہ چل رہا تھا۔

اس کی بغل میں ایک سائیکل تھی۔

اس کی اصلی سائیکل باہر دیوار سے ٹکی کھڑی رہ گئی تھی۔ یہ والی لال تھی، اور اتنی چھوٹی کہ وہ اسے ڈبل روٹی کی طرح اٹھائے ہوئے تھا، اور اس کے ہینڈل پر کباڑ خانے کی گرد جمی تھی۔

وہ اس کی اپنی نہیں تھی۔ یا تھی: اس کی پہلے والی۔

وہ اپنے ڈبے کے پاس سے بیٹھے بغیر گزر گیا۔ وہ اسی جگہ تھا جہاں مارا نے اسے ہفتے کے دن چھوڑا تھا: الٹا، اسٹولوں کے برابر میں، خالی۔ خولیتا اپنے اسٹول سے اٹھنے لگی اور پھر بیٹھ گئی۔ اس نے ایسا دو بار کیا۔

«اتوار سے میرے سر میں ٹِن ٹِن بج رہی ہے،» ٹونیو نے کہا، مارا سے، اور کسی اور سے نہیں۔ «مجھے لگتا ہے مجھے پتا ہے کیوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مجھے ٹھیک سے یاد ہے یا نہیں۔ میں اسے کھولنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہاں نہیں۔ جہاں کوئی شو ونڈو نہ ہو۔»

مارا نے یہ نہیں پوچھا کہ کیوں۔ انہوں نے نمبر ۳ شیلف سے اتارا اور ہمیں پچھلے کمرے میں لے گئیں۔

پچھلے کمرے میں بغیر شیڈ کا ایک بلب ہے، ڈوری اور پیکنگ کے کاغذ کے شیلف، دیوار سے لگی ڈیلیوری کی بوریاں، اور ایک چھوٹی سی میز، جس پر مارا نے ڈبہ رکھ دیا۔

«دیکھنے کے لیے کھولنا دستخط کرنا نہیں ہے،» انہوں نے کہا، اور ٹونیو کو دیکھ کر کہا، جیسے چھتری تھمائی جائے: اس لیے نہیں کہ بارش ہو رہی ہے، بلکہ احتیاطاً۔ «دستخط کے بغیر صبح یہ لوٹ آئے گا۔»

ٹونیو نے سر ہلایا۔

خولیتا دروازے پر رک گئی تھی، چوکھٹ کے دونوں طرف ایک ایک پاؤں۔

«کیا میں رک سکتی ہوں؟» اس نے پوچھا۔ اس نے پوچھا۔

ٹونیو نے دیر لگائی۔ کتنی، مجھے نہیں پتا: وقت ناپنا خولیتا کا کام ہے، اور خولیتا مصروف تھی۔

«اگر کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ۔»

«نہ ڈبے کو، نہ موضوع کو۔»

وہ کونے میں ایک بوری پر بیٹھ گئی۔

ٹونیو نے ہیلمٹ اتار کر ایک کیل پر لٹکا دیا۔ ہیلمٹ کے بغیر اس کے دبے ہوئے بھورے بال نظر آ رہے تھے اور کان جو اب منگل کی طرح لال نہیں تھے۔ پھر اس نے ڈوری کھولی، جو پیکنگ والی تھی اور کاغذ کے رنگ کی ہو چکی تھی۔ اندر اخبار تھا، اتنا پرانا کہ خود پھٹ رہا تھا۔ ٹونیو اسے انگلیوں کے سروں سے کھولتا گیا۔ اور کاغذ کے بیچ...

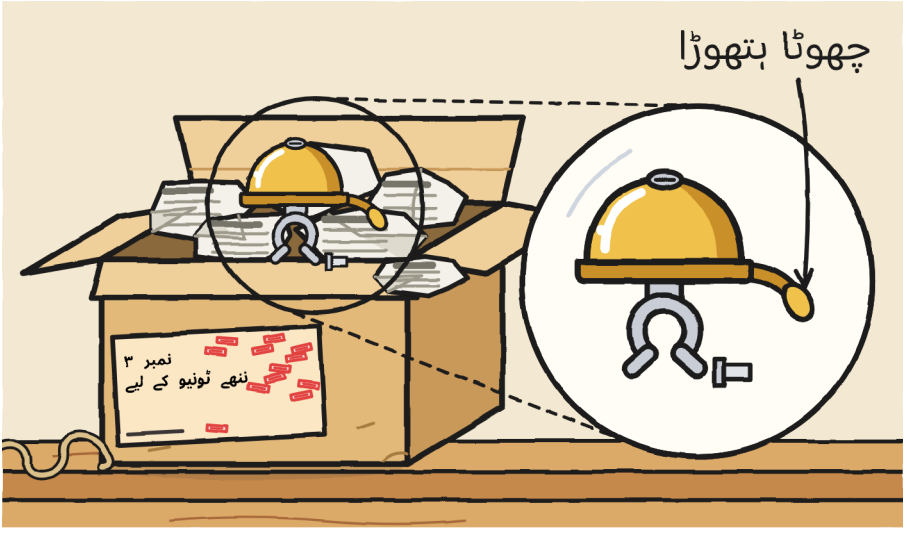

سائیکل کی ایک چھوٹی گھنٹی۔ چھوٹی، سنہری، ایک کمانی سے لگے چھوٹے ہتھوڑے کے ساتھ: ذرا سا ہلاؤ تو بج اٹھتی ہے۔

نمبر ۱ کاٹتا تھا۔ نمبر ۲ دوڑتا تھا۔ نمبر ۳ بس بجتا ہے۔

نہ ڈریکن، نہ ہنجے۔ ایک گھنٹی۔ مجھے پسند ہے۔ — خ.

اس کے نیچے چار تہوں میں مڑا ہوا ایک پرچہ تھا۔ ٹونیو نے اسے میز پر کھولا۔ لکھائی تنگ اور ٹیڑھی تھی، جیسے چلتی بس میں لکھی گئی ہو۔ ایک کونے میں دھبہ تھا:

«ننھے ٹونیو: میں نے کہا تھا یہ پھر بجے گی۔ اب بج رہی ہے۔ دیر کی معافی۔ —ر.»

اور اس کے نیچے:

«پی ایس: شاید تم بڑے ہو گئے ہو۔ گھنٹی نہیں۔»

ٹونیو نے اسے دو بار پڑھا۔

«کتنی بری لکھائی ہے،» اس نے کہا۔

اور پھر کافی دیر کچھ نہیں کہا۔

ر. کا وعدہ پورا ہوتا ہے، دیر سے۔ فلورا نے کہا تھا۔ یہ نہیں کہا تھا کہ کتنی دیر سے۔ — خ.

پھر ٹونیو نے ڈبہ ایک طرف کیا اور چھوٹی سائیکل میز کے اوپر رکھ دی۔

میں نے سائیکل بنائی، تیروں کے ساتھ۔

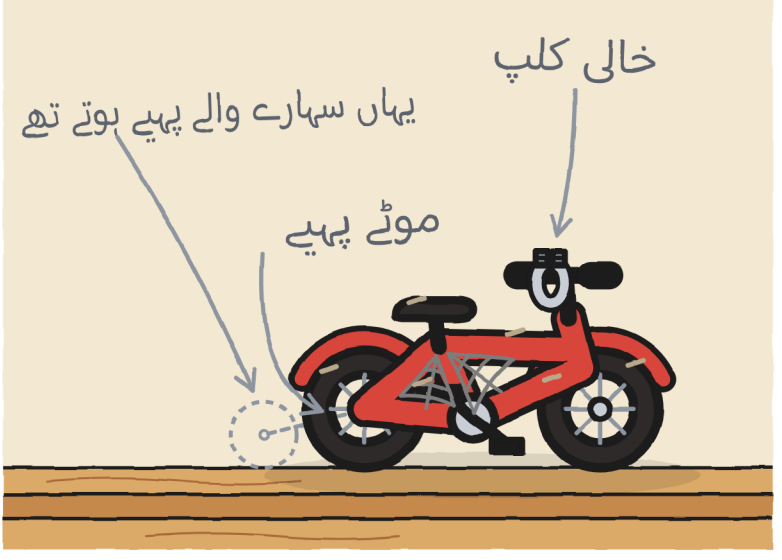

موٹے پہیے؛ پچھلے پہیے پر نشان، جہاں سہارے والے پہیے ہوتے تھے؛ اور ہینڈل پر خالی کلپ، اپنے پیچ کے ساتھ۔

«یہ میری تھی،» ٹونیو نے کہا۔ «اس پر یہی گھنٹی لگی تھی۔ ایک دن وہ بجنا بند ہو گئی: اس سے کھٹ کھٹ ہوتی تھی۔ کسی نے مجھ سے کہا: ‹یہ مجھے دے دو، ننھے ٹونیو؛ ٹھیک کر کے واپس مل جائے گی۔›»

«کس نے؟» خولیتا کے منہ سے نکل گیا، اور اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔

«چہرہ مجھے یاد نہیں۔ گھنٹی یاد ہے۔ اور یہ کہ میں نے بہت انتظار کیا تھا۔»

خولیتا دونوں ہاتھ منہ پر رکھے رہی۔

«گھر میں مجھے اب بھی ننھا ٹونیو کہتے ہیں،» ٹونیو نے کہا۔ «‹برق› میں نہیں۔ وہاں میں ٹونیو ہوں: میں نے پہلے دن خود فارم پر لکھا تھا۔»

میں نے اسے «برق» کے بال پین سے نام کے خانے میں ٹونیو لکھتے ہوئے سوچا، بغیر اس کے کہ کسی نے اس سے کچھ کہا ہو: محلے کا وہ اکلوتا نام جو اسے کسی اور نے نہیں دیا تھا۔

«اور ننھا ٹونیو میں برائی کیا ہے؟» میں نے پوچھا۔ میں نے سچ مچ پوچھا، بغیر کسی ارادے کے۔ سوالوں کے ساتھ میرا وہی حال ہے جو ہچکی کے ساتھ: وہ نکل جاتے ہیں۔

«کچھ نہیں۔ جب تک زوئی نہ کہے۔ ‹برق› میں عرفیتیں ہٹائی نہیں جاتیں۔ برونو کو دیکھ لو۔»

«برونو نے منگل سے مجھے چھ بار ننھا ٹونیو کہا ہے،» اس نے مزید کہا۔ «میں نے گنا ہے۔»

خولیتا اپنے کونے میں سکڑ گئی۔

کسی کو معلوم نہیں تھا کہ بات آگے کیسے بڑھائیں۔ تب خولیتا نے پوچھا:

«کیا تم اب بھی اس پر فٹ آتے ہو؟»

وہ خود کو روک نہ سکی۔

مارا نے چھوٹی سائیکل میز سے زمین پر اتار دی، اس احتیاط سے جس سے کسی کو اونچے اسٹول سے اتارتے ہیں۔ ٹونیو نے سائیکل کو دیکھا۔ مارا کو دیکھا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔

آ جاتا تھا۔ کم و بیش۔ گھٹنے کانوں تک آ رہے تھے اور کہنیاں دونوں طرف نکلی ہوئی تھیں۔

مارا نے ایسی آواز نکالی جو کسی اور کے منہ سے ہنسی ہوتی۔ اور ٹونیو بھی ہنس پڑا۔ میں نے اسے ہفتے کے دن سے ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ منگل کو برونو ہنسا تھا؛ اس بار وہ خود ہنسا۔ دونوں ہنسیاں ایک جیسی نہیں لگتیں۔

سرخی پیما: ۔ میں اسے اس لیے لکھ رہی ہوں کہ اس کی بھی لنتی ہوتی ہے۔ — خ.

میرے ذہن میں ایک بات آئی تھی، اور مجھے طے کرنا تھا کہ اسے کہنا مدد کرنا ہے یا دھکیلنا۔ ٹونیو کے ساتھ، اس طرح بیٹھے ہوئے، ایک ایسی سائیکل پر سمٹے ہوئے جو اب اس کے ناپ کی نہیں تھی، فرق مجھے بال کے برابر لگا۔ میں نے اسے مشورے کی طرح نہیں، ایک اطلاع کی طرح کہا۔

«تمہاری آج کی سائیکل پر پہلے سے ایک بیل لگی ہے،» میں نے کہا۔ «‹برق› والی۔ تمہیں اس کی جگہ یہ لگانا ضروری نہیں۔ تم اسے رکھ سکتے ہو۔ یا اسے لوٹنے دے سکتے ہو۔»

«مجھے پتا ہے،» ٹونیو نے کہا۔

لیکن اس نے مجھے ایسے دیکھا جیسے یہ بات اسے پہلے کبھی کسی نے نہ بتائی ہو۔

اپنے کونے میں خولیتا نے مجھے سن کر سر اٹھایا۔ اس نے کچھ نہیں کہا۔ صاف دکھائی دیا کہ وہ اسے سنبھال کر رکھ رہی ہے۔

وہ گیارہ منٹ چپ رہی، سنتی ہوئی، مارکر جیب میں رکھے اور ہاتھ ڈنگری کی جیبوں میں ڈالے۔ گیارہ منٹ کی بات مجھے اس لیے معلوم ہے کہ اس نے خود بعد میں میری ڈائری میں لکھی۔

گیارہ منٹ۔ میری زبان سو لئی۔ — خ۔

«میں اسے اکیلے آزمانا چاہتا ہوں،» ٹونیو نے کہا۔

ہم تینوں باہر آ گئے۔ ٹونیو نے پچھلے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

خولیتا دکان کے دوسرے سرے پر چلی گئی، تاکہ نہ سنے۔ میں نے، نہ سننے کے لیے، ڈرائنگ بنائی: ٹونیو کی نشست پر اب سائبان ہے۔ آواز پھر بھی آئی۔ مارا نے کچھ ڈوریاں ٹھیک کیں جو پہلے سے ٹھیک تھیں۔

ٹِن ٹِن۔

یہ وہی ٹِن ٹِن تھی جو ہفتے کے دن سنی تھی۔ پھر ایک اور۔ اور پھر بہت دیر تک کوئی نہیں۔ ہم تینوں میں سے کوئی دروازے کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

جب وہ نکلا تو اس کے ایک ہاتھ میں گھنٹی اور بغل میں ڈبہ تھا۔ چھوٹی سائیکل پچھلے کمرے میں رہ گئی، بوریوں سے ٹکی ہوئی، اپنے خالی کلپ کے ساتھ۔

«میں اسے کل تک لے جا رہا ہوں۔ بغیر دستخط کے۔»

«تو صبح یہ لوٹ آئے گا،» مارا نے کہا۔

«لوٹ آئے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ اسے ایک رات اپنے پاس رکھنا کیسا ہوتا ہے۔»

«اور اگر ٹونیو گھنٹی ڈبے سے باہر چھوڑ دے تو؟» میں نے پوچھا۔

«میں نے کبھی آزمایا نہیں،» مارا نے کہا۔ «اور صبح سات بجے آزمانے کا ارادہ بھی نہیں۔»

ٹونیو نے سب کچھ اندر رکھ لیا: گھنٹی اور پرچہ۔



جمعے کی صبح ہوتے ہی میری گلی پھر بج اٹھی: ٹِن ٹِن، ٹِن ٹِن، ٹِن ٹِن، چھتوں کے اوپر سے، بے جلدی۔ وہی تین کھڑکیاں روشن ہوئیں۔ وہی کتا بھونکا۔ واپسی نمبر ۱۴۔

پہلے کیا ہوا، یہ میں نے نہیں دیکھا۔ مجھے ٹونیو نے اس شام اپنے ڈبے سے، زمین کو دیکھتے ہوئے، بتایا:

«اس بار وہ پائیدان پر نہیں سویا۔ وہ میرے سرہانے کی میز پر سویا۔ صبح ہوتے ہی وہ شیشے سے ٹکرانے لگا، اور میں نے کھڑکی کھول دی۔»

«اور کیسا لگتا ہے؟» میں نے پوچھا۔ «اسے ایک رات اپنے پاس رکھنا؟»

ٹونیو نے دیر لگائی۔

«لمبی،» اس نے کہا۔

اس شام میں نے ٹونیو کی دونوں سائیکلیں ساتھ ساتھ بنائیں۔ آج والی میں میں نے گھنٹی لگا دی، جو بہت اچھی لگتی ہے۔ نیچے میں نے لکھا «پہلے» اور «اب»۔

خولیتا نے اس کے اوپر ایک پرچی چپکا دی، ٹھیک ہینڈل پر، میری ابھی بنائی ہوئی گھنٹی کو ڈھانپتی ہوئی:

اس نے ابھی لگائی نہیں ہے۔ — غ.



اس نے ایک پارسل کے لیے ہُڑ کی طول دی۔ کتنی تمیز ہے۔ — خ.

میں نے اسے ناخن سے ایک کونے سے اکھاڑنے کی کوشش کی۔

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ مجھے ذرا برا لگتا ہے۔

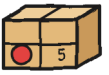

باب 5

اکیلے میں

جمعے کی شام نمبر ۳ اپنے شیلف پر پڑا تھا، چودہ مہروں کے ساتھ۔

ٹونیو اپنے ڈبے میں بیٹھا اسے دور سے دیکھ رہا تھا۔

خولیتا دو دن سے کچھ تیار کر رہی تھی۔ مجھے یہ اس لیے پتا تھا کہ دو دن سے اس نے مجھے بتایا نہیں تھا کہ کیا۔

مجھے بدترین کا ڈر تھا۔ پچھلی بار جب خولیتا نے کچھ چپکے سے تیار کیا تھا تو اس راز کے ساتھ میز پوش تھا۔

اس بار میں نے سب سے پہلے یہ دیکھا کہ میز پوش نہیں ہے۔ نہ میز، نہ اسٹینڈ، نہ قینچی سے کٹی چھوٹی کھڑکی: بس ڈائری کا ایک ورق، سطروں والا۔ خولیتا نے وہ بغیر ایک لفظ کہے ٹونیو کے گھٹنوں پر رکھ دیا اور ہاتھ پیچھے باندھے دیوار تک پیچھے ہٹ گئی، ضرورت سے دو قدم زیادہ۔ میں نے انہیں گنا۔

وہ دو اختیارات والا ایک کاغذ تھا۔

ٹونیو نے اسے دو بار پڑھا؛ دوسری بار صرف «ب»۔ میں نے، جو پیرسکوپ جیسی رازداری کے ساتھ اس کے کندھے کے اوپر سے جھانک رہا تھا، اسے تین بار پڑھا، چال ڈھونڈتے ہوئے۔



ٹونیو نے آنکھیں اٹھائیں اور مارا کو دیکھا۔

«اگر میں دستخط کروں تو کس کو پتا چلے گا؟»

اس نے کان درجہ ایک پر رکھ کر کہا۔

«مجھے۔ اور میرے رجسٹر کو، جو اس دراز سے باہر نہیں جاتا۔»

مارا نے کاؤنٹر کا دراز اتنا کھولا کہ نظر آ جائے: ایک موٹا رجسٹر، ربڑ بینڈ سے بند۔ انہوں نے دراز کولہے سے بند کر دیا۔

«اور ‹برق› کو؟»

«میں ‹برق› کو نہیں بتاؤں گی۔ رجسٹر کوئی بورڈ نہیں ہوتا۔»

خولیتا نے منہ کھولا اور پھر بند کر لیا۔ مارا کے پیچھے، دیوار پر، ہرا بورڈ اب بھی کہہ رہا تھا: باقی ۱۸۔

بورڈ پر نمبر ہوتے ہیں۔ نام دراز میں رہتے ہیں۔ — خ۔

ٹونیو اپنے ڈبے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈبے نے ایک کھوکھلی آواز نکالی، ایسے ڈبے کی جس میں کوئی نہ رہا ہو۔

«ب۔»

خولیتا اچھلی نہیں۔ میں نے اسے نہ اچھلتے دیکھا۔

اس نے مٹھیاں اتنی بھینچ لیں کہ اس کی انگلیوں کے جوڑ سفید ہو گئے۔

«پچھلے کمرے میں،» ٹونیو نے بات جاری رکھی۔ «اور میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ بھی ہو۔ تم دونوں۔»

«میں بھی؟» خولیتا نے پوچھا۔

«تمہیں سب سے زیادہ بے چینی ہے کہ میں دستخط کروں۔ میں تمہیں اپنے سامنے رکھنا پسند کروں گا۔»

نمبر ۳ کو شیلف سے اتارنا میرے ذمے آیا۔ میں نیلے اسٹول پر چڑھا اور اسے دونوں ہاتھوں سے اتارا، سانس روکے ہوئے، جیسے کوئی سوپ کی پلیٹ کنارے تک بھری لے جا رہا ہو۔ پھر بھی وہ بجا: ایک چھوٹی سی ٹِن ٹِن، تکلفا والی، جس کا مطلب تھا «اجازت ہے؟»



ہم پچھلے کمرے میں لوٹ آئے۔ ٹونیو نے ہیلمٹ اتار کر ایک بوری پر رکھ دیا، پٹہ لٹکتا ہوا۔

میں نے نمبر ۳ میز پر رکھا۔ ٹونیو نے ڈھکن اٹھایا اور گھنٹی اور پرچہ دوبارہ نکالے۔ اس نے انہیں بلب کے نیچے رکھ دیا: گھنٹی، سنہری، ایک طرف لیٹی ہوئی، ہتھوڑا اپنی کمانی پر ساکت؛ پرچہ، کھلا ہوا اور ہتھیلی کے کنارے سے سیدھا کیا ہوا، ر. کی بری لکھائی کے ساتھ، جو اس روشنی میں کوئی ڈرائنگ لگ رہی تھی۔

اس نے انہیں آہستہ آہستہ دیکھا، جیسے کوئی بقایا گنتا ہے۔

«دستخط سے پہلے میں دیکھتا ہوں کہ کس پر دستخط کر رہا ہوں،» اس نے کسی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

خولیتا اپنی ٹی شرٹ کے رنگ کی ہو گئی۔

خولیتا نے اسے اپنا ہرا مارکر دیا، ڈھکن لگا ہوا۔ اسے پچھلے سرے سے دیا، نوک اپنی طرف رکھ کر، جیسے قینچی تھمائی جاتی ہے۔ پھر وہ کونے میں گئی اور ایک بوری پر بیٹھ گئی، بالکل سیدھی، ٹھوڑی اونچی اور کہنیاں عجیب انداز میں۔

«تم کیا کر رہی ہو؟» میں نے پوچھا۔

«میں اپنے ہاتھوں کے اوپر بیٹھی ہوں۔ تاکہ مدد نہ کروں۔»

یہ لفظ بہ لفظ تھا۔ اس نے ہاتھ رانوں کے نیچے دبا لیے تھے، ایک ایک طرف، اور ان سے بوری کو بھینچ رہی تھی۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے؛ میرا خیال ہے وہ ہاتھی گن رہی تھی۔

میں نے بستر میں لیٹے لیٹے مشق کی تھی کہ ضرورت پڑنے پر وقت پر کیسے خبردار کروں گا۔ اس شام مجھے کچھ کہنا نہیں پڑا۔

میں نے ڈائری بند کی اور بغل میں دبا لی۔

پھر اس نے سب لکھ لیا۔ — خ۔

ٹونیو نے مارکر کا ڈھکن کھولا اور دستخط کر دیے۔

اس نے ہچکچاہٹ نہیں کی، لیکن دیر لگائی۔ «ٹ»، بڑا سا۔ «و»۔ «ن»، جس کا نقطہ اس نے آہستہ سے لگایا۔ «ی»۔ «و»۔ پانچ حرف، صاف اور سیدھے۔



ایک کونے میں ایک مہر ابھر آئی جو کسی نے نہیں لگائی تھی: ڈیلیور ہو گیا۔

لیبل پر «ننھا ٹونیو» لکھا تھا۔ دستخط میں «ٹونیو»۔

«کیا ایسے ٹھیک ہے؟» اس نے مارا سے پوچھا۔ «یہ ایک ہی نام نہیں ہے۔»

مارا نے لیبل اوپر سے نیچے تک پڑھا، بغیر اسے چھوئے۔

«دستخط وہ کرتا ہے جسے ملتا ہے،» انہوں نے کہا۔ «اور تمہیں یہ ملا ہے۔»



ہم دکان میں لوٹ آئے۔ ٹونیو کے ایک ہاتھ میں گھنٹی تھی اور اس نے ہیلمٹ دوبارہ پہن لیا تھا۔ میری ڈائری اب بھی بند تھی۔ مارا نے بلب بجھایا اور آخر میں آئیں۔

انہوں نے دراز کھولا، ربڑ بینڈ والا رجسٹر نکالا اور وصولی لکھ لی: ایک تاریخ، ایک نمبر اور پانچ حرف۔

خولیتا کے ہاتھ میں پہلے ہی نیلا اسٹول تھا، وہی ہمیشہ والا، جس پر چڑھ کر وہ بورڈ تک پہنچتی ہے، اور وہ دیوار کی طرف جا رہی تھی۔ وہ یکدم رک گئی۔ اس نے اسے دوبارہ زمین پر رکھ دیا، پائے نیچے، بغیر آواز کیے۔

«کیا میں بورڈ بدل سکتی ہوں؟» اس نے پوچھا۔

اس نے ٹونیو سے پوچھا، مارا سے نہیں۔

ٹونیو نے بورڈ کو دیکھا۔ اس نے دیر لگائی، جیسے کوئی پتا دوبارہ جانچنے میں لگاتا ہے۔

«اس پر صرف ایک نمبر لکھا ہے۔»

«صرف۔»

«ٹھیک ہے۔»

خولیتا اسٹول پر چڑھی، ۱۸ کو ایک ہی لکیر سے کاٹا اور اس کے برابر ایک بہت بڑا ۱۷ لکھ دیا، اسی ہرے رنگ سے جو مٹتا نہیں۔

میں نے پہلے پوچھا تھا۔ ریکارڈ کے لیے۔ — خ.

ٹونیو فٹ پاتھ پر آیا، اپنی سائیکل دیوار سے ٹکائی اور بیگ سے پیچ کس نکالا۔

«کیا تم اسے لگانے والے ہو؟» میں نے پوچھا۔

«ہاں۔»

«اور ‹برق› کی بیل؟»

«وہ ‹برق› کی ہے۔ یہ میری ہے۔» اور اس نے نظر اٹھائے بغیر اضافہ کیا: «میری سائیکل پکڑ لو گے؟»

اسے اس نے خود لگایا۔ میں نے صرف سائیکل پکڑی، اور وہ بھی اس کے کہنے پر۔ کلپ ہینڈل کے گرد بند ہوا، «برق» کی سرمئی بیل کے برابر میں۔ ٹونیو نے پیچ اس حد تک کسا جہاں تک اسے کافی لگا۔ مارا دروازے سے دیکھ رہی تھیں، بازو سینے پر باندھے، جو ان کے لیے تالی بجانے کا ایک طریقہ ہے۔

پھر اس نے ایک انگلی سے چھوٹے ہتھوڑے کو چھوا۔

ٹِن ٹِن۔

پانچ بج کر دس منٹ پر «برق» گزرا۔ وہ گلی میں قطار بنا کر آئے: زوئی آگے، چوٹی ہوا میں لہراتی ہوئی؛ برونو پیچھے، فریم میں ہوا کا پمپ لیے؛ اور آخر میں ٹونیو کے ناپ کا ایک خلا۔ برونو نے بریک لگائی۔

«یہ کیا بج رہا ہے؟»

«ایک گھنٹی۔»

«کہاں سے آئی؟»

«میری تھی۔»

«جب تم ننھے ٹونیو تھے؟»

میں نے ٹونیو کا چہرہ دیکھا۔ کچھ نہیں۔ کان بھی نہیں۔

«جب مجھے اس نام سے بلاتے تھے۔ اب میں ٹونیو ہوں۔ اور تمہارا نام کیا ہے؟»

«پنک...» برونو رک گیا۔ «برونو۔»

«تو بس، برونو۔»





برونو نے سر اٹھایا، جیسے کوئی لاؤڈ اسپیکر پر اپنا نام سنتا ہے۔ «برق» میں دو سال سے کوئی اسے برونو نہیں کہتا تھا۔

زوئی نے منہ کھولا۔

منگل کو اس نے اس کا «برونو» کاٹ کر «پنکچر» لکھا تھا۔

ٹونیو نے چھوٹے ہتھوڑے کو چھوا۔ ایک بار، بغیر کسی کو دیکھے۔

ٹِن ٹِن۔

زوئی نے منہ بند کر لیا۔ اس نے سوچا۔ اتنی دیر لگائی جتنی دیر ٹریفک سگنل پیلا رہتا ہے۔

«اچھی آواز ہے،» اس نے کہا۔ «ہمیں دیر ہو رہی ہے، ٹونیو۔»

اس نے کہا «ٹونیو»۔ بغیر مجھ اور جوڑے۔ — خ.

وہ قطار بنا کر چلے گئے، زوئی، برونو اور، سب سے آخر میں، ٹونیو، انگوٹھا ہمیشہ چھوٹے ہتھوڑے کے قریب رکھے ہوئے۔



اس رات میں نے پردہ پھر اٹھا رہنے دیا۔

میں نے نگرانی کی دونوں کرسیاں بھی کھڑکی کے آگے رکھ دیں، میری اور الارم گھڑی کی ننھی والی، روایت کے طور پر، اور الارم گھڑی بغل میں دبا کر بستر میں گھس گیا۔ اس رات میں لیٹ کر نگرانی کر رہا تھا۔

«پھر نگرانی؟» میری امی نے راہداری سے پوچھا۔

«آج میں اس بات کی نگرانی کر رہا ہوں کہ کچھ نہ ہو۔»

«یہ تو مجھے بہت اچھی طرح آتا ہے۔ سو جاؤ۔»

میں تقریبا بارہ بجے تک جاگتا رہا۔

میں ہلکے مارکر کے ساتھ سو گئی۔ میرا تکیہ ہرا ہے۔ — خ.

میں الارم بجنے سے پہلے جاگ گیا، میرا پورا جسم ایک ٹِن ٹِن کے لیے تیار تھا۔

صبح ہوئی۔

کچھ نہیں بجا۔

نہ ٹِن ٹِن، نہ کوئی کھڑکی، نہ نمبر ۴ والا کتا۔

یہ سب سے خوبصورت خاموشی ہے جو میں نے اپنی گلی میں سنی۔



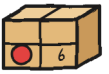

باب 6

فی الحال

ہفتے کو دس بجے میں نے شیلف بنایا: سترہ پارسل اور تین خالی جگہیں۔

میں کپڑے پہن کر سڑک پار کر آیا تھا، جو پہلے ہی ترقی ہے: پہلے ہفتے کے دن میں پاجامے اور گھر کی چپلوں میں آیا تھا۔ اندر آنے سے پہلے میں نے دروازے کے اوپر والی چھوٹی کھڑکی دیکھی، وہی جو مارا لوٹنے والوں کے لیے کھلی چھوڑتی ہیں۔ وہ کھلی تھی۔ کوئی اندر نہیں آیا تھا۔

خالی جگہوں میں مجھے پارسلوں سے زیادہ وقت لگا۔ ہر ایک میں ایک صاف مستطیل رہ گیا تھا، اس کے گرد دھول۔ میں نے انہیں پنسل دبائے بغیر بنایا۔

مارا اس دوران دراز سے اپنا رجسٹر نکال کر کاؤنٹر پر کھول چکی تھیں، دروازے کی طرف پیٹھ کیے۔ انہوں نے نمبر ۳ کا لیبل اتارا اور اسے اپنے رجسٹر میں باقی دو کے ساتھ چپکا دیا۔

ٹونیو، جو ہفتے کی سزا ایسے کاٹتا ہے جیسے ڈیلیوری کرتا ہے، وقت پر اور بغیر کچھ اتارے، کاؤنٹر کے دوسری طرف سے دیکھ رہا تھا، ہیلمٹ پہنے ہوئے۔ اس کا نام، دستخط والا، ڈبے سے رجسٹر تک جا چکا تھا۔ اس نے رجسٹر کو دیکھا۔ دروازے کو دیکھا، جو بند تھا۔ اور رجسٹر کو ذرا اور دیر دیکھتا رہا۔

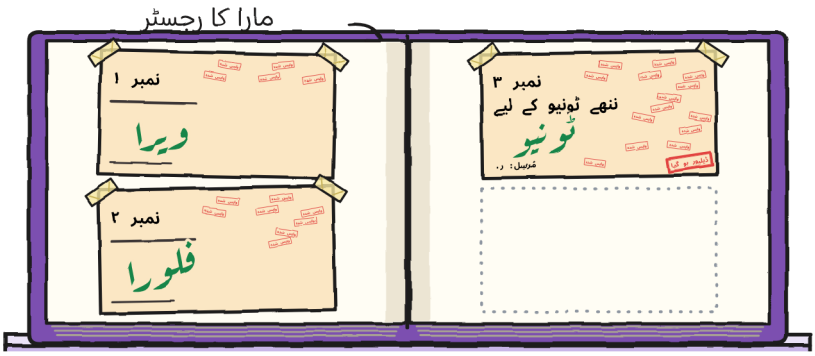

سینتیس مہریں: تئیس اور چودہ۔ ہرے رنگ میں تین دستخط۔

ایک انڈا، کچھ بیج اور ایک گھنٹی۔ تینوں دیر سے پہنچے۔ تینوں پہنچے۔

تیسرے پر ٹونیو نے دستخط کیے۔ اس بار میں نے اسے صرف مار کر پکڑایا۔ — خ۔

ٹونیو اپنے ڈبے میں بیٹھا اور کسمسایا۔ اس بار اس نے شیلف کی طرف نہیں دیکھا۔

«ڈبہ اب بھی ‹فی الحال› ہی ہے،» مارا نے رجسٹر سے نظر اٹھائے بغیر کہا۔

«فی الحال میرے لیے ٹھیک ہے،» ٹونیو نے کہا۔

«فی الحال» برسوں چل سکتا ہے۔ نمبر ۲ سے پوچھ لو۔ — خ۔

میں نے ٹونیو کو اس کی نشست کا اپنا منصوبہ دکھایا۔ اس میں پورا ہفتہ لگا تھا۔

وہ حتمی ورژن تھا، ناپوں اور تشریح کے ساتھ: ڈیلیوری کا ڈبہ تخت بنا ہوا۔ اس میں طوفان والی رات کی ٹیک تھی؛ ورژن ۲ کے بازو ٹکانے کی جگہ اور گلاس کی جگہ؛ ورژن ۳ کا سائبان، جھالروں کے ساتھ، اور ایک نیا قالین، وہ بھی جھالروں کے ساتھ۔ اینٹینا مجھ سے خود بخود بن گیا، رات بارہ بجے؛ مجھے نہیں پتا وہ کیا وصول کرنا چاہتا تھا، اور اسی لیے اسے رہنے دیا۔

میں نے وہ اسے دونوں ہاتھوں سے پیش کیا، جیسے کوئی سند۔ ٹونیو نے اسے پورا دیکھا، اسی سنجیدگی سے جس سے اس نے ر. کا پرچہ پڑھا تھا۔ وہ ایک بار بھی نہیں ہنسا۔ مجھے اس کی قدر ہوئی۔ خولیتا نے میرے کندھے کے اوپر سے اسے دیکھا، اس شخص کے چہرے کے ساتھ جو تصویر میں کسی رشتے دار کو پہچان لے۔

«کیا یہ مجھے دو گے؟» اس نے کہا۔

اس نے اسے چار تہوں میں موڑا، ڈبے پر رکھا اور بیٹھ گیا۔

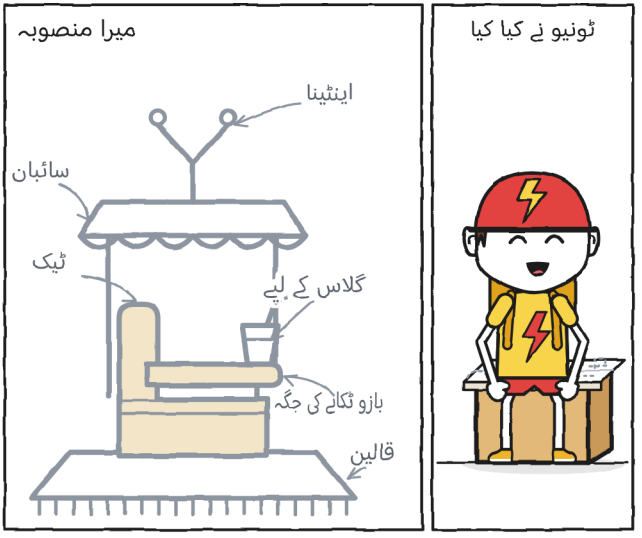



باہر گھنٹی ہینڈل پر ٹیڑھی ہو گئی تھی۔ ہم نے ہوا کھانے کے لیے نکلتے ہی دیکھا: وہ آدھا چکر ایک طرف ڈھلک گئی تھی، جیسے بس میں سوتے ہوئے کسی کا سر ڈھلک جائے۔

«جب تم کس رہے ہو تو میں اسے پکڑ لیتا ہوں،» میں نے کہا۔

«میں خود کر لوں گا۔»

اس نے خود کر لیا۔ میں اس پیچ کو دیکھ رہا تھا۔ لگتا تھا اس میں سو چکر ہیں۔

ٹونیو نے زبان کی نوک باہر نکال لی۔ میرے برابر میں خولیتا نے ہاتھ ڈنگری کی جیبوں میں کلائیوں تک ڈال رکھے تھے؛ اندر سے مٹھیاں نظر آ رہی تھیں۔ میرے پاس ڈنگری نہیں: میں نے پیٹھ کے پیچھے ایک ہاتھ سے دوسرا ہاتھ پکڑ لیا۔

جب ٹونیو نے آخری چکر دیا تو گھنٹی سامنے کی طرف رخ کیے ہوئے تھی، سپاہی کی طرح سیدھی۔

«ہو گیا،» اس نے کہا۔

میں نے اپنا ہاتھ خود چھوڑ دیا، جو دیکھنے سے کہیں مشکل ہے۔

اندر آ کر خولیتا نے کاؤنٹر کے نیچے سے آٹوگراف کا کاغذ نکالا۔ اس پر دو دستخط تھے، ایک سوراخ اور، اس صبح سے، ایک پیوند: چھوٹی کھڑکی کو کاغذ کے ٹکڑے اور اتنی ٹیپ سے بند کر دیا گیا تھا کہ پیوند پورے ورق کی سب سے مضبوط چیز تھا۔

«یہ وہی ہے جو چال میں تھا،» اس نے مارا سے کہا، اس سے پہلے کہ وہ پوچھتیں۔ «میں نے اسے ٹھیک کر دیا ہے۔»

پھر اس نے اسے ٹونیو کے سامنے رکھ دیا۔

«کیا تم مجھے آٹوگراف دو گے؟ سچ مچ۔ نیچے کچھ نہیں ہے۔»

اس نے آہستہ سے کہا، ایک ہی بار، اور انتظار کیا۔

ٹونیو نے کاغذ کے نیچے دیکھا۔ کاؤنٹر کے نیچے دیکھا۔ اس نے مینڈک الٹا کر دیکھا۔

جب ٹونیو نے مینڈک اٹھایا تو خولیتا کے چہرے کا ایک پٹھا ہلا۔ یہ اس کا واحد اعتراض تھا۔ اس نے اسے خود ہی واپس لے لیا۔

«ٹھیک ہے۔»

اس نے پیوند کے اوپر دستخط کیے: «ٹونیو»، آخری حرف سے لٹکتی ہوئی بجلی کی لکیر کے ساتھ۔

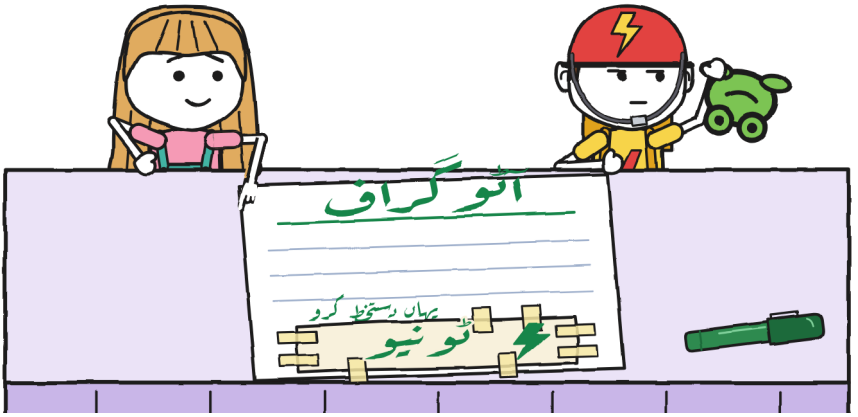

میں اسی لائق ہوں۔ — خ.



دوپہر کو ٹونیو ڈیلیوری پر نکلا۔ میں نے اسے دروازے سے جاتے دیکھا، گھنٹی اپنی جگہ مضبوطی سے لگی ہوئی۔ ٹوپی پہنے ایک بزرگ اپنی چھڑی کے ساتھ، کونے کی زیبرا کراسنگ پر، آہستہ آہستہ سڑک پار کر رہے تھے۔

ٹونیو رک گیا۔ اس نے ایک پاؤں زمین پر رکھ کر انتظار کیا۔ پھر اس نے گھنٹی بس ایک بار بجائی، تاکہ بزرگ کو پتا چلے کہ وہ یہاں ہے۔

ٹِن ٹِن۔

بزرگ نے سلام کے لیے چھڑی اٹھائی اور اپنی رفتار سے چلتے رہے۔

مارا میرے برابر دروازے میں آ کھڑی ہوئی تھیں، بازو سینے پر باندھے۔

«یہ انتونیو صاحب ہیں،» انہوں نے کہا۔ «میری فہرست کے دوسرے ننھے ٹونیو۔»

یہ وہی تھے جنہوں نے «کاش!» کہا تھا۔ وہ ہمارے فٹ پاتھ تک آئے اور ٹونیو کی سائیکل کے پاس رک گئے، جو گئی نہیں تھی: وہ وہیں تھا، ایک پاؤں زمین پر اور ہاتھ چھوٹے ہتھوڑے کے قریب، بے جلدی۔

«کیا یہ گھنٹی نئی ہے؟» بزرگ نے پوچھا۔

«پرانی ہے،» ٹونیو نے کہا۔ «میری تھی۔ جب مجھے ننھا ٹونیو کہتے تھے۔»

«مجھے تو ساٹھ سال ہو گئے کسی نے اس نام سے نہیں پکارا۔ اگر چاہو تو بدل لیں: تم انتونیو صاحب، میں ننھا ٹونیو۔»

ٹونیو نے سوچا۔ اس نے ٹوپی کو دیکھا اور پھر اپنے ہینڈل کو۔

«فی الحال نہیں۔»

انتونیو صاحب نے سر ہلایا اور انگلی سے ٹوپی کو چھوا، جیسے کوئی سودا پکا بھی کر دے اور کھلا بھی چھوڑ دے۔

«میں یہیں ہوں،» انہوں نے کہا۔ «میں آہستہ سڑک پار کرتا ہوں۔»



ٹونیو ڈیلیوری سے بارہ منٹ میں لوٹ آیا۔ خولیتا نے انہیں گنا تھا۔ وہ اپنی گھڑی کو دیکھتی رہ گئی، لیکن کچھ نہیں کہا۔ ٹونیو اپنے ڈبے میں بیٹھ گیا۔

میں نے ر. کا کارڈ نکالا۔ وہ ایک صفحہ تھا جس پر ایک بڑے سوالیہ نشان کی شکل کی تصویر ہے اور اس کے نیچے ر.، اور اس پر چھ سراغ تھے۔ میں نے دو اور لکھ دیے:

- سراغ ۷۔ ٹونیو جب چھوٹی سائیکل چلاتا تھا، ر. کی اس سے واقفیت تھی۔
- سراغ ۸۔ ایک ایسی گھنٹی کا وعدہ کیا گیا تھا جو بجے۔ برسوں لگ گئے۔

ٹونیو نے مجھ سے قلم مانگا اور نیچے اپنی لکھائی میں لکھا۔ فہرست سے باہر، ڈیلیوری والے کے موٹے حرفوں میں، دبے ہوئے، ایسے جو نیچے والے ورق پر بھی نظر آتے ہیں:

باقی: ر. کو مجھے ایک وضاحت دینا ہے۔

«اور کیا تم اسے شکریہ نہیں کہو گے؟» خولیتا نے پوچھا۔ اس نے آہستہ سے پوچھا، جیسے کوئی بھری ہوئی پیالی اٹھائے۔

«شکریہ بھی اور شکایت بھی۔ دونوں۔ جب پتا چلے کہ کسے۔»



ایک بجے ویرا اندر آئیں، ریزہ کو گود میں لیے اور بالوں میں ایک ٹہنی لگائے۔

«میں مدد مانگنے آئی ہوں،» انہوں نے کہا۔ «ریزہ اب اڑنا سیکھ گئی ہے۔ اب اسے اترنے کے لیے ایک محفوظ جگہ چاہیے۔» وہ ذرا رکیں۔ «کل اس نے میرا سوپ چنا۔»

پہلے ہی لفظ سے میں اسٹول پر سیدھا ہو گیا۔ ریزہ کے ایک سینگ سے ایک نوڈل لٹک رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور میرا «میں نے نہیں کیا» والا چہرہ بنا لیا۔

بالکل تمہارا والا۔ نوڈل کے ساتھ۔ — خ.

«کیا تمہیں کسی تیز آدمی کی ضرورت ہے؟» ٹونیو نے اپنے ڈبے سے پوچھا۔

ریزہ نے ویرا کی گود سے جھک کر اس کے ہیلمٹ کو سونگھا۔

«مجھے ایسے کی ضرورت ہے جسے انتظار کرنا آتا ہو،» ویرا نے کہا۔

«مجھے بھی آتا ہے۔ اس ہفتے سے۔»

اس کے پیچھے خولیتا نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے، جیسے کوئی بہت مہذب ڈکیتی میں ہتھیار ڈال رہا ہو۔

مجھے بھی انتظار کرنا آتا ہے۔ ہو گیا؟ — خ۔

جب مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا تو میں فہرست بناتا ہوں۔ اس بار مجھے سمجھ آ رہا تھا اور فہرست پھر بھی بن گئی: اس ڈائری کا آخری صفحہ، ڈیلیوری کا جدول۔

ڈیلیوری نمبر ۳۔ ہر ایک کو کتنا وقت لگا:

- «برق»: دس منٹ۔
- ر.: برسوں۔
- ٹونیو: چھ دن۔
- خولیتا، سنتے ہوئے: گیارہ منٹ (ریکارڈ)۔

ٹونیو اپنے ڈبے سے اٹھا، ہیلمٹ ٹھیک کیا اور انگلی سے دیکھا کہ گھنٹی اب بھی سیدھی ہے۔ وہ سیدھی تھی۔

وہ اپنی ڈیلیوری پر چلا گیا۔ گلی سے ایک ٹِن ٹِن آئی۔ اور ایک اور۔

اس بار گھنٹی وہ خود بجا رہا تھا۔

میں ابھی تک اکیلی بجتی ہوں۔ کوشش جاری ہے۔ — خ۔

ناممکن ڈیلیوریاں ۴۰

(بہت جلد)

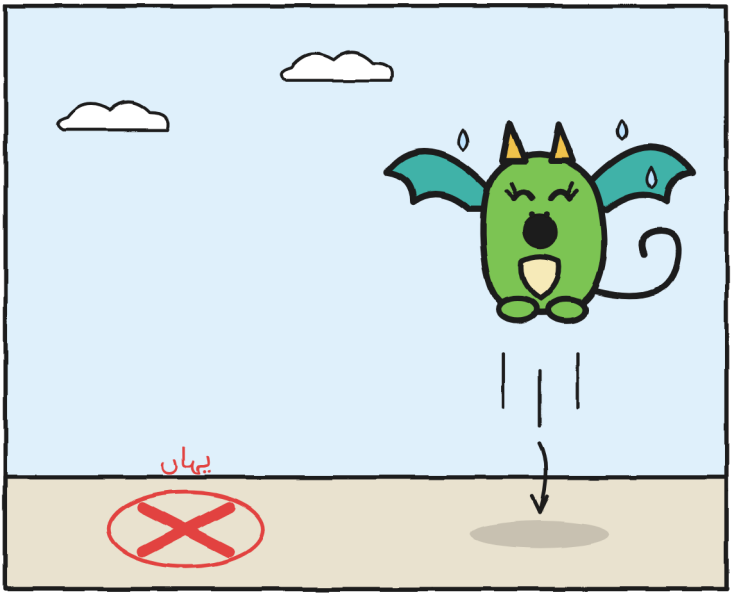

ڈریکن کی وہ بچی کہاں اترتی ہے جو تمہاری نقل اتارتی ہو؟ — خ.

محلہ (ورژن ۳)

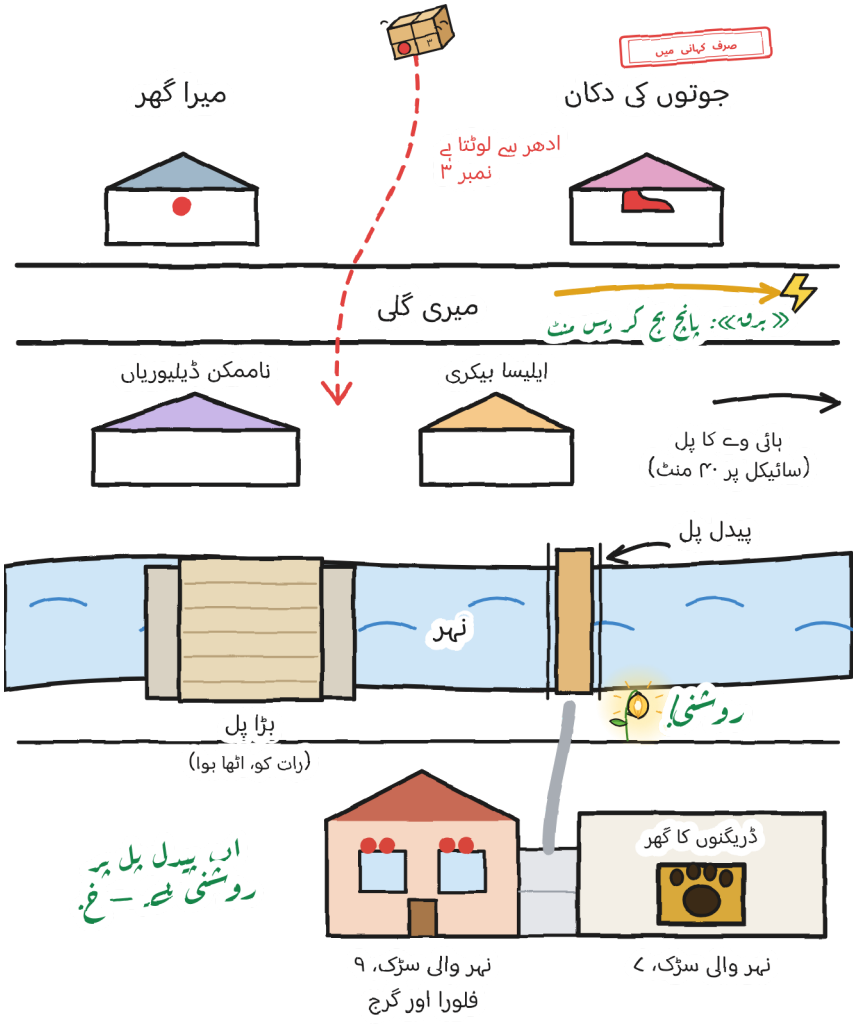
صرف کہانی میں
میرا گھر
جوتوں کی دکان
ادھر سے لوٹتا ہے
نمبر ۳
میری گلی
«برن»: پانچ بج کر دس منٹ
ناممکن ڈیلیوریاں
ایلیسا بیکری
ہائی وے کا پل
(سائیکل پر ۴۰ منٹ)
پیدل پل
نہر
روشنی
بڑا پل
(رات کو، اٹھا ہوا)
اب پیدل پل پر
روشنی ہے — ف.
ڈریگنوں کا گھر
نہر والی سڑک، ۹
فلورا اور گرج
نہر والی سڑک، ۷

اور تم؟ تمہارا نام کیا ہے؟

ٹونیو کو ننھا ٹونیو کہتے تھے۔ اب وہ خود چنتا ہے کہ اسے کیا کہا جائے۔ اور تم؟

مجھے پسند ہے کہ مجھے کہا جائے...

مجھے یہ بھی کہا جا سکتا ہے...

مجھے پسند نہیں کہ مجھے کہا جائے...

میں خوشی سے ہوں۔ «خ.» صرف دستخط کرتے وقت۔ — خ.

ناممکن ڈیلیوریاں

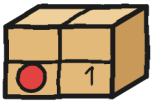

1 · یہ پارسل کاٹتا ہے

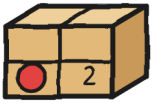

2 · گرج سے پہلے نہ کھولیں

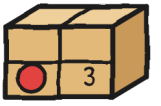

3 · واپس بھیجیں، پلیز

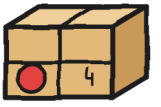

4 · (بہت جلد)

سترہ باقی ہیں۔ — خ.

ایک کہانی، چھ سائز

یہ کتاب چھ سائز میں، 3 سے 16 سال تک، اور 20 سے زیادہ زبانوں میں دستیاب ہے۔ XXS، XS، S، M اور L کہانی کو صفحہ بہ صفحہ، انہی تصویروں کے ساتھ اور ہر بار مزید باریکیوں کے ساتھ سناتے ہیں؛ XL ناول ہے: وہی کہانی، جس میں ہر اس بات کی جگہ ہے جو گُنی سوچتا تو ہے مگر کہتا نہیں۔

یورپی مشترکہ حوالہ جاتی فریم ورک کی سطحیں تقریبا یہ ہیں:
XXS, pre-A1 · XS, A1 · S, A2 · M, B1 · L, B2 · XL, B2–C1۔

ہر ایک اپنے سائز میں۔ وہی ٹِن ٹِن۔ — خ.

والدین اور اساتذہ کے لیے

ہر باب کی مشق linguaula.com پر کریں (سائز L کی مشقوں کے ساتھ)

اصلی سائیکل: کیا کرنا ہے

1. ہیلمٹ ہمیشہ، اور اچھی طرح بندھا ہوا۔ «بس پاس ہی جانا ہے» تب بھی۔
2. لوگ تمہیں دیکھیں اور سنیں: روشنیاں، ہلکے رنگ کے کپڑے اور بیل۔ بیل خبردار کرتی ہے؛ حکم نہیں دیتی۔
3. دونوں ہاتھ ہینڈل پر۔ اگر کوئی چیز تمہارا دھیان بٹائے تو کسی محفوظ جگہ رک جاؤ۔
4. فٹ پاتھ پیدل چلنے والوں کا ہے: وہاں سائیکل ہاتھ میں۔ سڑک پار کرنے سے پہلے رکو اور دیکھو۔

مہر «صرف کہانی میں» اس چیز کی علامت ہے جو کہانی میں ہوتی ہے، گلی میں نہیں۔

نکلنے سے پہلے اپنی سائیکل دیکھ لو

